فہم القرآن سیریز نمبر 1

سورۃ یوسف

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

۞ ایاتھا ۱۱۱ ۞ ۱۲ سُوْرَۃُ یُوْسُفَ مَکِّیَّۃٌ ۵۳ ۞ رکوعاتھا ۱۲ ۞

سوال1: اس سورت کا نام یوسف کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں یوسف علیہ السلام کے قصے کو بیان کیا گیا ہے۔ جو احسن القصص ہے، اس لیے اس کا نام سورہ یوسف ہے۔

سوال 2: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس کی 111 آیات اور 12 رکوع ہیں۔ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ بارھویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 53 ہے۔

سوال3: اس سورت کے کیا مضامین ہیں؟

جواب: (1) اس سورت کے مضامین مکی سورتوں والے ہیں یعنی اصول دین میں سے اللہ تعالیٰ کی توحید، وحی اور رسالت اور بعث و جزا۔ (2) اس سورت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بھی شدید آزمائشوں سے گزرنے کے بعد مصر کی حکومت کا مالک بنایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی قریش پر غلبہ دے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا۔

سوال4: اس سورت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی ﷺ یہ سورت پڑھ رہے تھے۔ یہودیوں نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سورت سنی تو مسلمان ہو گئے کیونکہ ان کے دین میں بھی یوسف علیہ السلام کا واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔ (مختصر ابن کثیر:864)

رکوع نمبر:1

۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

﴿ الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (1) ﴾

"الٓرٰ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔" (1)

سوال1: ﴿ الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴾ "الٓرٰ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ الٓرٰ ﴾ حروف مقطعات ہیں جس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (i) ان حروف میں سے ہیں جنہیں انسان لکھتے پڑھتے ہیں۔ (ii) ان حروف کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (2) ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴾ "یہ واضح کتاب کی آیات ہیں" یعنی

یہ اس کتاب مقدس کی آیات ہیں جسے قرآن کہا جاتا ہے جونہایت واضح ،روشن اورصاف ہے اور جونامعلوم چیزوں کی حقیقتوں کا انکشاف کرتا ہے اوران کی وضاحت کرتا ہے ۔(مختصرابن کثیر:864/1) **(3)** کتاب مبین سے مرادقرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جوحلال وحرام ،شریعت کی حدود،اوران تمام امورکو بیان کرتی ہے جوبنی نوع انسان کوزندگی میں پیش آتے ہیں ۔(تیسیر الرحمٰن:669/1) **(4)** یعنی جس کے الفاظ اورمعنی واضح ہیں ۔اس کے واضح اور بین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کوعربی زبان میں نازل کیا جوسب سے زیادہ فضیلت کی حامل اورسب سے زیادہ واضح زبان ہے۔المبین سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان تمام حقائق نافعہ کو بیان کرتی ہے جن کے لوگ حاجت مند ہیں اور یہ سب ایضاح وتبیین ہے۔

﴿ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ(2) ﴾

''یقیناً ہم نے عربی قرآن بنا کراسے نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھو۔''(2)

سوال: ﴿ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ ''یقیناً ہم نے عربی قرآن بنا کراسے نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا ﴾ ''یقیناً ہم نے قرآن بنا کراسے نازل کیا ہے'' اللہ رب العزت نے اس کتاب یعنی قرآن مجید کوسب سے زیادہ معزز رسول پر، بلدامین ،عزت والے مہینے میں معزز فرشتے کے واسطے سے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ۔**(2)** ﴿ عَرَبِيًّا ﴾ ''عربی بنا کر'' عربی زبان میں جورسول اللہ ﷺ کی ،اہل جنت کی اورقرآن کی زبان ہے۔**(3)** چونکہ عربی زبان بڑی فصیح وبلیغ ہے،اپنے دامن میں بڑی وسعت رکھتی ہے۔مقاصد کو پوری طرح سے،وضاحت سے بیان کرتی ہے اس لیے یہ جلیل الشان ،قدرومنزلت والی پاکیزہ ترین کتاب اس بہترین زبان میں دنیا کے کامل ترین انسان یعنی خاتم الانبیاء پر نازل ہوئی ۔(مختصرابن کثیر:864/1) **(4)** ﴿ لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ ''تا کہ تم سمجھو'' یعنی تم عقل سے کام لے کرغوروفکر کرو،اسے سمجھواوراس پرعمل کرو۔**(5)** یعنی تا کہ اس کی حدود،اس کے اصول وفروع اور اس کے اوامرونواہی کوسمجھ سکو۔جب تم اس کوایقان کے ساتھ سمجھ لوگے اورتمہارے دل اس کی معرفت سے لبریز ہو جائیں گے تواس کے ثمرات، جوارح کے عمل اوراطاعت کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔(تفسیر سعدی:1237/2)

﴿ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ‌ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ(3) ﴾

''ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اوراس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے۔''(3)

سوال1: ﴿ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ﴾ ''ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس

قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ﴾ '' ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں'' یعنی ہم آپ کو جو قصہ سنا رہے ہیں وہ اپنی سچائی اور خوب صورتی کی وجہ سے سب سے زیادہ اچھا قصہ ہے۔(2) بہترین کتاب کا ہر واقعہ ہر پہلو سے خوب صورت ہے اس لیے فرمایا کہ ہم وحی کے ذریعے آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں۔صحابہ نے آپ ﷺ سے اس قصے کے سننے کی تمنا کی تھی اس پر یہ آیت اتری تھی۔(تفسیر طبری)(3) ﴿ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ﴾ '' اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے'' یعنی وہ سارے امور جن کو ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ان کے ذریعے ہم نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت عطا کی ہے۔(4) قرآن حکیم کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں تھے یہ خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دی۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر وحی کے ذریعے یہ سچا واقعہ نازل کیا گیا آپ نہ تاریخ جانتے تھے نہ کسی سے آپ ﷺ نے سیکھا تھا یقیناً یہ وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو بتایا گیا۔

سوال 2: ﴿ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴾ '' اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) '' اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے'' یعنی آپ ﷺ اس سے پہلے بے خبر تھے یعنی نہ آپ ﷺ کسی کے شاگرد تھے نہ کسی اور ذریعے سے خبر رکھتے تھے۔(2) یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے اس قصہ کے بارے میں اہل مکہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ نبی کریم ﷺ کو ہی اس کی کوئی خبر تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دینے کے لیے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی۔(تیسیر الرحمٰن:670)(3) آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟(4) یعنی آپ ﷺ احکام، رسولوں کے واقعات، اجتماعی معاملات، اصول معاشرت اور آداب سیاست کو نہیں جانتے تھے۔(5) یعنی اس سے پہلے آپ ﷺ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔(جامع البیان:159,160)(6) اس آیت میں قرآن حکیم کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں چنانچہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے جو آپ رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے مل گئی تھی اور اسے پڑھ کر آپ ﷺ کو سنانے لگے۔آپ ﷺ نے سخت برہم ہو کر فرمایا، خطاب کے بیٹے تم اس میں مصروف ہو کر گمراہ ہونا چاہتے ہو، اللہ کی قسم یاد رکھو میں تمہارے پاس نہایت چمکدار اور روشن قرآن لے کر آیا ہوں، خبردار اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو، ہوسکتا ہے کہ وہ صحیح بات بتائیں اور تم اسے نہ مانو اور یہ بھی احتمال ہے کہ غلط بتا دیں اور تم اسے مان لو۔اللہ کی قسم! اگر آج سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا۔(مسند احمد)(7) قرآن حکیم جن قصوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور یہ قصہ بہترین ہے۔اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام، ان کے والد یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ انتہائی خوب صورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔

سوال3: قصہ یوسف کواحسن القصص کیوں کہا گیا؟

جواب:(1)اس قصے میں،ایک پیغمبر کے قصے کی صورت میں یہ بتایا گیاہے:(i) کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ حق کے لیے اٹھنے والوں کی مدد کرتا ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ مخالفین کی سازشوں کے باوجودان کو کامیاب کرتا ہے۔(iv)اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی شرائط بتائی ہیں:تقویٰ اورصبر یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہنااور ہر حال میں حق کے راستے پر جمے رہنا۔(2)اس قصے میں حسد اور دشمنی کا انجام اوراللہ تعالیٰ کی مدد کا بیان ہے ۔(3)اس قصے میں نفس امارہ کی سرکشیوں کا نتیجہ اورانسانی مسائل اورحادثات کے دلچسپ اورعبرت انگیز پہلو ہیں اس لیے اسے قرآن حکیم میں احسن القصص کہا گیا۔

﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ(4) ﴾

''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا:''اے میرے ابا جان!بلا شبہ میں نے گیارہ ستاروں کواورایک سورج کواورایک چاندکودیکھا ہے،میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں۔''(4)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴾''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا:''اے میرے ابا جان!بلا شبہ میں نے گیارہ ستاروں کواورایک سورج کواورایک چاندکودیکھا ہے،میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ ﴾''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا''سیدنا یوسف علیہ السلام سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے ۔سیدنا یوسف علیہ السلام کا زمانہ انیسویں صدی قبل مسیح کا ہے۔آپ علیہ السلام کا گھرانہ فلسطین میں رہائش پذیر تھا۔(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ شریف آدمی کون ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جواللہ تعالیٰ کا خوف سب سے زیادہ رکھتا ہو''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کہ پھرسب سے زیادہ شریف اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یوسف بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا کہ ہمارے سوال کا یہ مقصد بھی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اچھاتم لوگ عرب کے خانوادوں کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔دیکھو!لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے(کسی کان میں سے اچھا مال نکلتا ہے کسی میں سے برا)جولوگ تم سے زمانہ جاہلیت میں شریف اوربہتر اخلاق کے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے اورشریف ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔''(صحیح بخاری:3383)(3)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔(بخاری:4688)(4)﴿ يٰۤاَبَتِ ﴾''اے میرے ابا جان''سیدنا یوسف علیہ السلام اس وقت بچے تھے۔(5)﴿ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا ﴾''بلا شبہ میں نے گیارہ ستاروں کودیکھا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے خواب میں گیا

رہ ستاروں کو دیکھا ہے ۔(6)﴿وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ﴾'' اور ایک سورج کواور ایک چاند کو'' یعنی ان کے والدین۔ (جامع البیان:159,160)(7)﴿رَاَيۡتُهُمۡ لِىۡ سٰجِدِيۡنَ﴾'' میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں'' یہ خواب سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مقدمہ ہے جس کی بناء پر وہ دنیا وآخرت میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اصولی امور کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے تقدیم پیش کرتا ہے جو اس عمل کے لیے تمہید اور تسہیل کا کام دیتی ہے اور بندے کو ان مشقول کے لیے تیار کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے احسان کے طور پر بندے پر وارد ہوتی ہیں۔ سیدنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے اس خواب کی یہ تاویل کی، کہ سورج سے مراد یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ، چاند سے مراد والد اور ستاروں سے مراد اس کے بھائی ہیں۔ نیز یہ کہ یہ حالات ایسے حالات میں بدل جائیں گے کہ مذکورہ تمام لوگ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے مطیع ہوں گے اور ان کی تعظیم وتکریم کے لیے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ یہ سب کچھ ان اسباب کی بناء پر ہوگا جو یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو پیش آئیں گے، اللہ تعالیٰ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنے فضل وکرم کے لیے چن لے گا اور علم وعمل کی نعمت سے ان کو مالا مال فرمائے گا اور زمین میں اقتدار عطا کرکے آپ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے گا اور اقتدار کی یہ نعمت تبعاً تمام آل یعقوب کو شامل ہوگی جو سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے سرافگندہ ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1238,1239)(9)اس خواب کی تعبیر چالیس سال کے بعد اور ایک قول کی رو سے 80 سال کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ماں باپ کو شاہی تخت پر بٹھایا اور گیارہ بھائیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا اس وقت آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا آج میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا خواب ہو بہو سچ کر دیا۔ (مختصر ابن کثیر:861/1)

سوال2: خواب کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: انسان نیند کی حالت میں جو کچھ دیکھتا ہے، جن حالات سے گزرتا ہے وہ خواب کہلاتے ہیں۔ **(1)** ماہرین نفسیات کے نزدیک خواب انسان کی چھپی ہوئی خواہشات کا عکس ہوتے ہیں۔ **(2)** بعض خواب شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔ **(3)** بعض خواب برے ہوتے ہیں جس سے مستقبل کے خطرے کو بھانپ سکتے ہیں۔ **(4)** بعض خواب پیش گوئی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں۔ سیدنا قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: خواب یہ ہے کہ نفس انسانی جس وقت نیند یا بے ہوشی کے سبب ظاہری بدن کی تدبیر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قوت خیالیہ کی راہ سے کچھ صورتیں دکھائی دیتی ہیں اسی کا نام خواب ہے۔ پھر اس کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو بالکل باطل اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور ایک اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح وصادق ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بے داری کی حالت میں جو صورتیں انسان دیکھتا ہے وہی خواب میں متشکل ہو کر نظر آتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شیطان کچھ صورتیں اور واقعات انسان کے ذہن میں ڈالتا ہے، کبھی خوش کرنے والے اور کبھی ڈرانے والے یہ دونوں قسمیں باطل ہیں جن میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ اصلیت نہ اس کی واقعی کوئی تعبیر ہو سکتی ہے ان میں پہلی قسم کو حدیث النفس اور دوسری کو تسویل شیطانی کہتے ہیں۔ تیسری قسم جو صحیح اور برحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے خاص الہام ہے جو اپنے بندہ کو خوش کرنے یا متنبہ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے کچھ چیزیں اس کے ذہن میں ڈالتے ہیں۔رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کا خواب ایک کلام ہے جس میں وہ اپنے رب سے شرف گفتگو حاصل کرتا ہے۔ (طبرانی)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اوران سے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''مومن کا خواب نبوت کے چھیالس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔''(صحیح بخاری:6987)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبوت میں سے صرف اب مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:''اچھے خواب۔''(صحیح بخاری:6990)ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔(صحیح بخاری:6984)

﴿ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (5) ﴾

''اس نے کہا:''اے میرے چھوٹے بیٹے!اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا،وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے،بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''(5)

سوال 1: ﴿ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ﴾''اس نے کہا:''اے میرے چھوٹے بیٹے!اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا،وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اس نے کہا:''اے میرے چھوٹے بیٹے!اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا،وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے'' جب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا خواب سنا تو انہیں تاکید کی کہ اپنا خواب بھائیوں کو نہ سنانا۔**(2)**سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کو خواب بیان کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ انہیں اندیشہ تھا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو نقصان نہ پہنچائیں۔**(3)**﴿ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ﴾''وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے''یعنی ایسا نہ ہو کہ شیطان کی چال میں آ کر تمہارے بھائی تم سے حسد کرنے لگیں اور تمہارے خلاف کوئی چال چلیں کہ کہیں تم سردار نہ بن جاؤ۔**(4)**سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اس کو اچھا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے،اس پر اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کو(اپنے دوستوں سے) بیان بھی کرے اور جو اس کے سوا ایسا خواب دیکھے جو برا معلوم ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے،اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ پھر وہ اس کو نقصان نہ دے گا۔''(بخاری:6985)**(5)**سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ دو رکعتیں ادا کرے اور کسی کو خواب کے متعلق نہ بتائے تو یہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔''(مسند الحمیدی:1145،2/484)**(6)**سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کی اور خواب بھائیوں کو نہیں بتایا۔

سوال 2: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ شیطان سے دشمنی رکھو اور ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ شیطان سے دشمنی رکھے، یہ دشمنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم) **(2)** شیطان سے بچیں کیونکہ اسی نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو حسد میں مبتلا کیا تھا اسی وجہ سے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائیوں کو اپنا خواب نہ سنانا۔ **(3)** جرجانی نے کہا: حسد محسود میں نعمتوں کے زوال کی تمنا ہے۔ (التعریفات:87) **(4)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسد سے بچو اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا فرمایا: خشک گھاس کو (کھا جاتی ہے)۔'' (ابوداود:4903) **(5)** جس شخص کے دل میں دوسروں کے لیے جلن پیدا ہو جائے اسے جان لینا چاہیے کہ یہ شیطان کی لگائی ہوئی آگ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہے، وہ شیطان کی راہ نمائی کے مطابق چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ حسد کی آگ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیے۔ **(6)** شیطان دن رات اور کھلے چھپے اس پر وار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لیے ان اسباب سے دور رہنا بہتر ہے جن کے ذریعے وہ بندے پر تسلط حاصل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1239/2)

سوال3: شیطان دل میں داخل ہو جائے تو انسان کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟

جواب:(1) انسان کے معاملات اس کے کنٹرول میں نہیں رہتے۔ **(2)** اس حالات وواقعات کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتا۔ **(3)** اس کو چھوٹی باتیں بہت بڑی لگتی ہیں۔ **(4)** اس کو بڑے جرائم چھوٹے نظر آتے ہیں۔ **(5)** وہ بڑے جرائم پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔

﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (6) ﴾

''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا جیسا کہ اس سے پہلے اس نے آپ کے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اسے پورا کیا تھا، یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (6)

سوال1: **﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾** ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) **﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ ﴾** ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ملنے والے بلند مرتبہ کی خبر دی ہے کہ جیسے تمہارے رب نے خواب میں تمہاری عزت اور سیادت دکھائی ہے اسی طرح وہ تمہیں نبوت کا بلند رتبہ بھی عطا فرمائے گا۔ **(2)** یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو بہترین اوصاف عطا فرمائے گا۔ **(3)** **﴿ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾** ''اور آپ کو

باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا‘‘یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو آسمانی کتابوں میں آنے والے سچے واقعات کی تاویل اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔(4) تاویل کا مطلب ہے کسی چیز کا انجام معلوم ہو جائے۔احادیث سے یہاں مراد خواب ہیں۔تاویل الاحادیث کے معنی خوابوں کی تہہ تک پہنچنا ہیں۔یہاں اس سے مراد خوابوں کی تعبیر ہے۔(5) اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم دیا اس پر دلیل یہ آیت ہے۔﴿ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴾ یوسف نے کہا: ’’تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتا دوں گا یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں۔‘‘(یوسف:37)

سوال2:﴿ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ ﴾’’اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا‘‘ سے مراد کون سی نعمت کی تکمیل ہے؟

جواب:(1)’’اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا‘‘بڑی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت نبوت ہے۔اس نعمت کی تکمیل سے مراد نبوت کا مل جانا ہے۔(2) نعمت سے مراد وہ انعامات بھی ہیں جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو مصر لے جا کر عطا کیے گئے۔(3) یعنی وہ دنیا میں تجھے بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔

سوال3:﴿ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ﴾’’جیسا کہ اس سے پہلے اس نے آپ کے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر اسے پورا کیا تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا۔اسی لیے فرمایا کہ جیسے ان کے لیے انعامات کی تکمیل کی تھی آپ پر بھی کریں گے۔(2) نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی ہدایت کی توفیق ہے۔(3) نبوت انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی تکمیل ہے اسی لیے نبوت کو اتمام نعمت قرار دیا گیا۔

سوال4:﴿ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾’’یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾’’یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے‘‘یعنی آپ کا رب فضیلت کے مواقع کو جانتا ہے اور (یہ کہ) کون نعمتوں کے انتخاب کے لائق ہے۔(جامع البیان:161)(2) یعنی اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء اور بندوں کے سینوں میں چھپے ہوئے اچھے برے خیالات کو محیط ہے۔(3)﴿ حَكِيمٌ ﴾’’کمال حکمت والا‘‘یعنی وہ سب کو اپنی حمد اور حکمت کے مطابق عطا کرتا ہے۔وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیاء کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:1240/2)

رکوع نمبر:2

﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ(7) ﴾

''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اوراس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیےنشانیاں ہیں۔''(7)

سوال: ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ﴾''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اوراس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تبارک تعالیٰ نے واضح فرمایاہے ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ ﴾''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اوراس کے بھائیوں میں نشانیاں ہیں''یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بہت سے اسباق ہیں۔اس قصے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کی حکمت کے دلائل ہیں۔یہ واقعہ تونصیحتوں کا خزینہ ہے۔(2)﴿ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ﴾''پوچھنے والوں کے لیے''یعنی جوبھی اس واقعہ کے بارے میں سوال کرتا ہےاس کے لیے آیات الٰہی اوراسباق سے فائدہ اٹھانے کا سامان ہے۔(3)سیدنا یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کے بارے میں اہل مکہ نے سوال کیا تھا جن کا تذکرہ انہوں نے اپنے سفروں کے دوران یہودیوں سے سن رکھا تھا۔اس قصے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی ﷺ کی نبوت کی صداقت کی نشانیاں ہیں۔اہل مکہ کو بتادیا گیا کہ تم وہ لوگ ہوجو برادران یوسف کا کردارادا کررہے ہو۔یہ بتایا گیا کہ نبی ﷺ کا انجام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہی ہونے والا ہے،جوسیدنا یوسف علیہ السلام کا مصر میں ہوا۔

﴿ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ(8) ﴾

''جب انہوں نے کہا:''یقیناً یوسف اوراس کا بھائی دونوں ہمارے والدکوہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں،یقیناً ہمارے والدایک واضح غلطی پر ہیں۔''(8)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ﴾''جب انہوں نے کہا:''یقیناً یوسف اوراس کا بھائی دونوں ہمارے والدکوہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ اِذْ قَالُوْا ﴾''جب انہوں نے کہا''یعنی جب انہوں نے ایک دوسرے کوکہا۔(2)﴿ لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ ﴾''یقیناً یوسف اوراس کا بھائی''یوں توسب ہی یوسف کے بھائی تھےلیکن بنیامین ان کی والدہ راحیل کی طرف سے ان کا بھائی تھا۔(3)﴿ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ﴾''ہمارے والدکوہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں''سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کووہم ہوگیا تھا کہ باپ کی نظرشفقت جس قدر یوسف اور بنیامین پر ہےاتنی اوروں پرنہیں اس لیےانہوں نے آپس میں قسمیں کھا کھا کرکہا کہ ہمارے باپ کو جس قدر یوسف اوراس کے بھائی سے محبت ہےاتنی ہم سےنہیں حالانکہ وہ صرف دو ہیں اور ہیں بھی کمزور(چھوٹے)اور ہماری ایک جما

عت ہے جو طاقت ور بھی ہے۔(مختصر ابن کثیر:867/1)

سوال 2: ﴿ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ ''یقیناً ہمارے والد ایک واضح غلطی پر ہیں''یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد کے بارے میں کیوں سوچا کہ وہ غلطی پر ہیں؟

جواب: (1) یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ خیال تھا کہ کمزور اور تعداد میں کم لوگوں کے مقابلے میں قوت والوں اور کثیر لوگوں سے زیادہ محبت کرنی چاہئے اور ان کے والد یعقوب علیہ السلام چونکہ ایسا نہیں کر رہے تھے اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں۔(2) یہاں ضلال سے مراد وہ سمجھ کی غلطی ہے جو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے مطابق باپ سے بچوں کے درمیان ترجیح کے معاملے میں ہوئی۔(3) سعدی نے کہا کہ ضلال سے مراد ان کے معاملے میں گمراہی تھا۔(جامع البیان:163)(4) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والد سے بد گمان ہو گئے تھے۔جس نے انہیں غصہ دلایا تھا اور جب کینے نے غصے کو زیادہ جوش دلایا تو شیطان ان کے دلوں میں داخل ہو گیا اور انہیں حقیقت کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی۔(5) سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو عمرہ بنت رواحہ (میری والدہ نے) میرے والد بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس پر اس وقت تک رضامند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنالو۔چنانچہ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں نے اپنے بیٹے نعمان کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے ایک چیز دی ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ کو گواہ بنالوں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔''سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد واپس آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔''(مشکوۃ:261/1)

﴿ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ (9) ﴾

''یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو، تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی اور اس کے بعد تم نیک بن جانا۔''(9)

سوال 1: ﴿ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ ﴾ ''یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو، تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی''یوسف کے بھائیوں کے لیے ان کا قتل کیسے آسان ہو گیا تھا؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں شیطان داخل ہو گیا تھا۔جنہوں نے باپ کی توجہ بٹ جانا اتنا برا جانا کہ قتل جیسا بڑا

جرم ان کے لیے آسان ہوگیا۔ان کے نزدیک باپ کی زیادہ محبت ایسا بڑا جرم بن گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے چھوٹے بھائی کی جان لینے کے لیے تیار ہوگئے جو نبی کا بیٹا تھا اور اپنا دفاع نہیں کرسکتا تھا۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے اور اپنے والد کے درمیان سے ہٹانے کے لیے تدبیر کی،ان کے خیال میں جدا کرنے کی یہی ترکیب تھیں یا توقتل کردو یا اس زمین سے لے جا کر کہیں دور پھینک آؤ۔(3)﴿ اَوِاطْرَحُوْهُ ﴾" اسے کسی زمین میں پھینک دو"یعنی دور کی زمین میں پھینک دو جہاں وہ اپنے باپ کو نظر نہ آسکے ۔(4)﴿ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ ﴾" تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہوجائے گی" اگر آپ نے یوسف کو راستے سے ہٹا دیا تو تمہارے والد کی توجہ تمہاری طرف ہوجائے گی۔(5) اس وقت تو اسے تمہاری محبت کے لیے وقت نہیں یوسف علیہ السلام میں مشغول ہے۔یوسف علیہ السلام کے درمیان سے نکل جانے کے بعد تمہارے باپ کی محبت خالص تمہارے لیے ہوجائے گی۔

سوال2:﴿ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴾" اور اس کے بعد تم نیک بن جانا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾" اور اس کے بعد تم بن جانا" اور اس قتل کے بعد یا جلا وطنی کے بعد۔(2)﴿ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴾" نیک" یعنی اس قتل کے گناہ کے بعد توبہ کر لینا،اپنی اصلاح کر لینا۔اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔(3) تم اپنے دینی امور اور اپنے باپ کی اطاعت میں نیک بن جانا یا اپنے دنیاوی امور میں اصلاح کر لینا جنہوں نے تمہیں مشغول رکھا اور وہ یوسف علیہ السلام سے حسد ہے جس نے تمہارے خیالات کو پراگندہ رکھا۔اپنے ان گناہوں سے توبہ کر لینا۔(فتح القدیر)(4) یہ گناہ سے پہلے توبہ کا عزم ہے۔ایسے عزم سے گناہ آسان ہوجاتے ہیں،ایسے ارادے گناہ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک دوسرے میں حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔(5)" یہ کام کرنے کے بعد نیک بن جانا" یہ مشورہ شیطان نے دیا تھا۔شیطان نے یہ مشورہ اس وقت دیا تھا جب کینے کی آگ بھڑک اٹھی تھی عین اس موقعے پر اس نے کہا قتل کر دو اس کے بعد توبہ کر کے نیک بن جانا۔

﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ(10) ﴾

" ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا:" یوسف کو قتل نہ کرو اور اگر تم کرنے ہی والے ہو تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔کوئی قافلہ اسے اٹھالے جائے گا۔"(10)

سوال1:﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴾" ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا:" یوسف کو قتل نہ کرو اور اگر تم کرنے ہی والے ہو تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔کوئی قافلہ اسے اٹھالے جائے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ﴾" ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا" قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ روبیل تھا جو سب سے بڑا تھا اور سیدنا

یوسف علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا تھا۔(جامع البیان:164,165)(2)سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کسی نے کہا جنہوں نے قتل یا جلا وطنی کا ارادہ کیا تھا۔(3)﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ﴾''یوسف کو قتل نہ کرو'' کیونکہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے یعنی محض حسد کی وجہ سے جو دشمنی ہوگئی اس کی وجہ سے ناحق قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور خاص طور پر اپنے بھائی کو قتل کرنا نا قابل معافی جرم ہے۔ جہاں تک یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظروں سے دور کرنے کا تعلق ہے وہ قتل کے بغیر بھی حاصل ہو جائے گا۔اس نے مشورہ دیا۔(4)﴿وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾''تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو'' اور بالآخر یہ بات طے بھی ہوگئی کہ یوسف علیہ السلام کو کسی بے آباد کنوئیں میں ڈال دیا جائے اور یوسف علیہ السلام کو دھمکایا جائے کہ اس واقعہ سے کسی کو آگاہ نہ کرے۔(5)﴿يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ﴾''کوئی قافلہ اسے اٹھا لے جائے گا'' تاکہ اگر کوئی قافلہ وہاں سے گزرے تو وہ یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جائے۔اس سے قتل جیسے جرم سے بھی بچ جائیں گے اور مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔(6)اس پورے معاملے میں سب سے اچھی رائے یہی تھی۔حقیقت تو یہ ہے کہ اگر وہ قتل پر اتفاق بھی کر لیتے تو سیدنا یوسف علیہ السلام کو قتل کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ مصر کی حکومت بھی عطا کی جائے اور انہیں علم تعبیر بھی دیا جائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بڑے بھائی نے یوسف علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔(7)اس قول کا قائل جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا اس پورے قصے میں سب سے زیادہ نیک اور تقویٰ پر مبنی رویے کا حامل تھا کیونکہ کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں اور کم نقصان سے بڑے نقصان کو دور کیا جا سکتا ہے۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ(11)﴾

''انہوں نے کہا:''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟ حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔''(11)

سوال:﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾''انہوں نے کہا:''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟ حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا۔(2)﴿يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ﴾''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟'' یعنی آپ یوسف کے معاملے میں ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے کہ اسے ہمارے ساتھ صحرا میں جانے کے لیے چھوڑ دیں؟ کیا بھائیوں سے بڑھ کر بھی کوئی خیر خواہ ہو سکتا ہے؟(3)کون سی چیز ہے جو یوسف کے معاملے میں آپ کو ہم سے خوف زدہ کر رہی ہے؟(4)﴿وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾''حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں'' یعنی ہم اس کے لیے بھی وہی کچھ چاہتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔(5)سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا یوسف علیہ السلام کو جنگل میں جانے نہیں دیتے تھے اس بات پر ان کے بھائیوں کا قول دلیل ہے۔

﴿ اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ(12) ﴾

''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(12)

سوال1: ﴿ اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ ''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا ﴾ ''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے'' کل یوسف کو ہمارے ساتھ سیر وتفریح کے لیے بھیج دیجئے۔**(2)** ﴿ يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ ﴾ ''وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے'' یعنی ہمارے ساتھ خوب کھائے پئے اور کھیلے کودے تا کہ اس کی وحشت دور ہو جائے۔**(3)** ﴿ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ ''ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' یعنی ہر مصیبت سے جو اسے پہنچے گی ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔(تفسیر مراغی)**(4)** یعنی ہم اس کا دھیان رکھیں گے اور اسے جو چیزیں تکلیف پہنچا سکتی ہیں ان سے بچائیں گے۔

سوال2: کھیل کود کے بارے میں اسلام کا کیا مئوقف ہے؟

جواب: کھیل اور تفریح انسان کی فطرت میں داخل ہے۔جائز کھیل اور تفریح پر کوئی پابندی نہیں۔ایسے کھیل اور تفریح جائز ہیں جس میں کسی قسم کی قباحت نہ ہو اور جو حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

﴿ قَالَ اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ(13) ﴾

''اس نے کہا:''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو۔''(13)

سوال: ﴿ قَالَ اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ﴾ ''اس نے کہا:''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔**(2)** ﴿ اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ ﴾ ''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ'' یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی کیونکہ وہ ان میں مستقبل میں ملنے والی نبوت کے آثار دیکھ رہے تھے اور یوسف علیہ السلام کی صورت اور سیرت کا حسن محبت کا موجب تھا۔اس لیے انہوں نے بھائیوں کے اصرار پر کہا: تم جانتے ہو مجھے یوسف سے کیسی محبت ہے؟ میں اس کی جدائی کیسے برداشت کروں گا؟ اس کی جدائی کا احساس مجھے غم میں مبتلا کرتا ہے، یوسف کو کیسے تمہارے ساتھ بھیج دوں؟ مجھے اس کی جدائی کا غم تمہارے ساتھ بھیجنے سے روکتا ہے اور دوسرے۔**(3)** ﴿ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ﴾ ''اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو'' یعنی تمہاری غفلت کی وجہ سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ یوسف

چھوٹا ہے ابھی اپنی حفاظت نہیں کرسکتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم یوسف کو سامان کے پاس چھوڑ کر شکار کرنے چلے جاؤ اور کوئی بھیڑیا میرے بیٹے کو کھا جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

﴿ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ(14) ﴾

''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں تب تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔''(14)

سوال: ﴿ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں تب تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد کو جواب دیا کہ ہم بھائیوں کا تو پورا جتھہ ہیں اور ہم یوسف علیہ السلام کی حفاظت بھی کرنا چاہتے ہیں پھر آپ کیوں خوف زدہ ہیں؟ یوں انہوں نے دوسرے اندیشے کا علاج کیا جو بیٹے کو بھیجنے کے راستے کی رکاوٹ تھا۔(2) ﴿ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ ''ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے'' یعنی اگر ہماری موجودگی میں بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو چھین کرلے جائے پھر تو ہم میں کوئی چیز نہیں جس سے کوئی امید رکھی جا سکے، ہم تو بالکل گئے گزرے لوگ ہیں۔

﴿ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(15) ﴾

''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انہوں نے طے کرلیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دوگے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے۔''(15)

سوال1: ﴿ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ﴾ ''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انہوں نے طے کرلیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے پوری تفصیل کے ساتھ ان اسباب کا ذکر کیا جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دل میں جگہ بنا سکتے تھے پھر ساتھ ہی ان کے اندیشوں کو دور کرنے کے لیے دلائل دیے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان کی باتوں میں آ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو تفریح کے لیے بھیج دیا۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو دعائیں دے کر رخصت کیا۔(2) بھائی یوسف علیہ السلام کو لے کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ ان کے دل باپ کی نگاہوں سے دور ہوتے ہی پتھر ہو گئے۔ انہوں نے جنگل میں جا کر اندھے کنوئیں میں پھینکنے کا ارادہ کرلیا۔ اب ان کی پوزیشن واضح تھی وہ عمل کرنے پر قدرت رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے فیصلے پر عمل کیا اور یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں کنوئیں میں پھینک دیا اور جب وہ کنوئیں میں پہنچ گئے تو رسی کاٹ دی، وہ پانی میں

گرے۔انہوں نے غوطہ کھایا اور چٹان پر کھڑے ہو گئے۔(3) یہ بھائی بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس جہان میں کسی کو اختیار حاصل نہیں۔وہ الفاظ سے اپنے آپ کو خیر خواہ ثابت کر رہے تھے،حالانکہ خیر خواہی عمل سے ہوتی ہے۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کو جو ان کا بھائی تھا،ان کے باپ کا جگر گوشہ تھا اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باپ سے جدا کرنے کے لیے ہر تدبیر عمل میں لا رہے تھے۔ان کے دلوں میں کینے کی آگ دہک رہی تھی۔

سوال 2: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اس کی طرف وحی کی'' اللہ رب العزت نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی کی جب کہ وہ انتہائی خوف کی حالت میں تھے کہ غم نہ کرو یہ وقت گزر جائے گا۔(2) ﴿لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے''یعنی وہ وقت آنے والا ہے جب آپ اپنے بھائیوں کو اس معاملے کے بارے میں آگاہ کریں گے جب کہ وہ بے خبر ہوں گے۔(3) اس میں سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے خوش خبری تھی کہ وہ مصیبت سے نجات پا جائیں گے اور اللہ رب العزت انہیں اور ان کے گھر والوں کو اکٹھا کرے گا جب کہ آپ عزت اور اقتدار کے مقام پر ہوں گے۔

﴿وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ(16)﴾

''اور وہ رات کو اپنے باپ کے پاس آئے کہ وہ رو رہے تھے۔''(16)

سوال: ﴿وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ﴾ ''اور وہ رات کو اپنے باپ کے پاس آئے کہ وہ رو رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: برادران یوسف معمول کے وقت سے تاخیر کر کے،روتے دھوتے آئے تا کہ انہیں سچا سمجھا جائے۔اپنے بھائی پر ظلم کر کے،باپ کے دل کو چھلنی کرنے کے لیے رو رو کر اپنی داستان سنانے لگے۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ(17)﴾

انہوں نے کہا:''اے ہمارے ابا جان!بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں۔''(17)

سوال 1: ﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ ''انہوں نے کہا:''اے ہمارے ابا جان!بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالُوْا ﴾انہوں نے جھوٹا عذر بیان کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿ يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ ﴾ہم مقابلہ کرنے لگ گئے تھے، بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔(3)﴿ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ﴾''اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا''اور ہم نے یوسف علیہ السلام کے آرام اور سامان کی حفاظت کے لیے یوسف علیہ السلام کو سامان کے پاس چھوڑ دیا۔**(4)**﴿ فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ﴾''سو اس کو بھیڑیا کھا گیا''اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، جس کا ہمیں بہت دکھ ہے۔

سوال 2:﴿ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴾''اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا ﴾''اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں''یعنی تو ہماری بات کو سچ ماننے والا نہیں۔(بخاری: کتاب التفسیر)(2)بیٹوں نے باپ سے کہا: آپ کا دل غم گین ہے اس لیے آپ ہماری بات نہیں مانیں گے۔(3)یعنی معاملے کی نزاکت ایسی ہے کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔آپ نے ہمارے جاتے وقت جو اندیشہ ظاہر فرمایا تھا سوء اتفاق سے وہی بات سامنے آئی۔ اب ہم لاکھ قسمیں کھائیں، لاکھ سر پٹخیں مگر آپ ہمیں جھوٹا ہی مانیں گے۔دراصل واقعہ کا انوکھا پن بھی ہمیں حیران کیے ہوئے ہے کہ آخر یہ کیا ہو گیا، ہمیں تو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا، یہ تو تھیں زبانی لن ترانیاں۔(مختصر ابن کثیر:870/1)**(4)**آپ ہماری باتوں کا یقین نہیں کریں گے کہ آپ کی نظروں میں ہم مشکوک ہیں۔

﴿ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ(18) ﴾

''اور وہ یوسف کے قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے، باپ نے کہا:'' بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام مزین کر دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جا سکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''(18)

سوال 1:﴿ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ﴾''اور وہ یوسف کے قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)برادران یوسف نے اپنے عذر کو ثابت کرنے کے لیے ایک بکری کے بچے کے خون سے یوسف علیہ السلام کا قمیص بھر دیا تھا کہ یقین آ جائے کہ اسے واقعی بھیڑیا کھا گیا ہے۔(2)سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اگر بھیڑیا کھاتا تو قمیص پھٹی ہوتی۔(جامع البیان:175)برادران یوسف قمیص پھاڑنا بھول گئے تھے۔عجیب معاملہ تھا کہ قمیص خون سے بھری ہوئی صحیح سلامت تھی۔گویا بھیڑیے نے اسے آرام سے اتارا اور پھر پھاڑ کھایا۔

سوال 2:﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴾''باپ نے کہا:'' بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام مزین کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **سَوَّلَتْ** ﴾ کامعنی تمہارے دلوں نے ایک من گھڑت بات کواپنے لیے اچھا سمجھ لیاہے۔(بخاری کتاب التفسیر)**(2)**یعنی تمہارے دلوں نے ایک بڑے کام کوتمہارے لیے مزین اور آسان کر دیا کہ تم نے اس کا ارتکاب کر لیا۔(الا ساس فی التفسیر:2638/1)**(3)**سیدنا یعقوب علیہ السلام پرحقیقت کھل چکی تھی اس لیےانہوں نے کہا:تمہارے نفس نے میرےاور یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیےایک برے کام کوتمہارے سامنے مزین کر دیا کیونکہ قرائن واحوال اور یوسف علیہ السلام کا خواب یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر دلالت کرتے تھے۔(تفسیر سعدی:1244/2)

سوال3:﴿ **فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ** ﴾''اچھا صبر ہے،اوراللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جاسکتی ہے جوتم بیان کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ** ﴾''اچھا صبر ہے''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اس آزمائش میں صبر جمیل پر قائم رہوں گا۔میں اللہ تعالیٰ کا شکوہ لوگوں کے سامنے نہیں کروں گا۔**(2)** مجاہد رحمہ اللہ نے کہا:جمیل صبر وہی ہوتا ہے جس میں کسی طرح کی شکایت نہ ہو۔**(3)** عبدالرزاق نے امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے اورانہوں نے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ تین باتیں صبر میں سے ہیں یعنی صبر جمیل میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔(ا) کسی سے شکوہ نہ کیا جائے۔**(ب)** مصیبت کسی پر ظاہر نہ کی جائے۔**(ج)** خودکو بے گناہ نہ سمجھا جائے۔(جامع البیان:175)**(4)**اس کی تفسیر میں امام بخاری افک والی حدیث لائے ہیں جس میں ہے کہ اللہ کی قسم میری اورتمہاری مثال یوسف علیہ السلام کے والد کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ اب تو صبر ہی بہتر ہےاورتمہاری ان لن ترانیوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی درخواست ہے۔(مختصرابن کثیر:870/1،871)**(5)**﴿ **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ** ﴾''اوراللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جاسکتی ہے جوتم بیان کرتے ہو'' یعنی جوجھوٹ تم بولتے ہواس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے معاملے کواللہ تعالیٰ کے حوالے کیا اور اس سے مدد چاہی جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہےاس یقین کے ساتھ انہوں نے اپنی قوت اوراختیار پر بھروسہ نہیں کیااوراپنے رب کے سامنے اپنے صدمے کی شکایت رکھی۔﴿ **قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ** ﴾''یعقوب نے کہا: میں اپنی ظاہر ہوجانے والی بےقراری اورغم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔''(یوسف:86)اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔**(6)**سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جومومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اوران کی ایذاپرصبر کرتا ہے(انتقام نہیں لیتا نہ ان کی شکایت میں زبان کھولتا ہے)اس کوزیادہ ثواب ہے اس مومن سے جولوگوں سے نہیں ملتا نہ ان کی ایذاپرصبر کرتا ہے۔(سنن ابن ماجہ:4032)**(7)**سیدنا ابویحیٰی صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہرکام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سواکسی کو حاصل نہیں۔اگراسے خوش حالی نصیب ہو،اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے،تو(یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے(یعنی اس میں اجر ہے) اوراسے تکلیف پہنچے توصبر کرتا ہے،تو یہ(صبر کرنا

بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔) (صحیح مسلم :7500)

﴿ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (19) ﴾

''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، چنانچہ اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے۔'' (19)

سوال: ﴿ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴾ ''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، چنانچہ اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ ﴾ ''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کی کنعان سے روانگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق خفیہ تدبیر عمل میں آئی۔ بھائیوں نے کنوئیں کی تاریکی میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تو تین دن بعد ایک قافلہ ادھر سے گزرا۔ (2) ایک تجارتی قافلہ جو مدین سے مصر جا رہا تھا اس کا گزر کنوئیں کے پاس سے ہوا۔ (3) ﴿ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ ﴾ ''تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا'' قافلے والوں کو پانی کی ضرورت پڑی تو پانی کی تلاش کے لیے ہراول سقے کو بھیجا۔ (4) ﴿ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ﴾ ''اس نے اپنا ڈول لٹکایا'' یعنی پانی تلاش کرنے والے سقے نے ڈول لٹکایا تو یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈول کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور ڈول کے ساتھ باہر آجاتے ہیں۔ (5) ﴿ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ﴾ ''تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مارے خوشی کے ہراول سقہ چیخ پڑا کہ یہ تو قیمتی غلام ہے۔ (6) ﴿ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ﴾ ''اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا'' پھر یوسف علیہ السلام کو قیمتی مال تجارت کی طرح چھپا دیا اور دوسرے لوگوں پر بھی ظاہر نہ کیا۔ انہیں یہی کہا کہ قریب رہنے والوں سے خریدا ہے۔ (7) یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی قریب ہی تھے انہوں نے ظاہر کیا کہ یوسف علیہ السلام ان کا بھاگا ہوا غلام ہے۔ اس طرح قافلے والوں نے غلام یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے معمولی قیمت پر خرید لیا۔ (8) ﴿ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے'' اللہ تعالیٰ نے اس میں شدید دھمکی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے جو کچھ انہوں نے کیا۔

﴿ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (20) ﴾

''اور انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر چند گنے ہوئے درہموں میں اسے بیچ دیا اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے۔'' (20)

سوال: ﴿ وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۭ بَخۡسٍ دَرَاهِمَ مَعۡدُوۡدَةٍ ۚ وَكَانُوۡا فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ﴾ ''اور انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر چند گنے ہوئے درہموں میں اسے بیچ دیا اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۭ بَخۡسٍ ﴾ ''اور انہوں نے تھوڑی سی قیمت پر اسے بیچ دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام بک گئے اور بہت ہی معمولی قیمت میں۔ (2) ﴿ دَرَاهِمَ مَعۡدُوۡدَةٍ ۚ وَكَانُوۡا فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ﴾ ''چند گنے ہوئے درہموں میں، اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے'' چند درہموں کے عوض کیونکہ ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنا تھا۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اسے غائب کر دیں۔ دراصل ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کی قیمت حاصل کرنا نہیں تھا۔ اس لیے وہ اس لین دین سے بھی بے زار ہو رہے تھے۔

رکوع نمبر :3

﴿ وَ قَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمۡرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (21) ﴾

''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اس کی رہائش باعزت رکھو، امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔'' اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی، اور تاکہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' (21)

سوال1: ﴿ وَقَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اس کی رہائش باعزت رکھو، امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ ﴾ ''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا'' قافلہ جب مصر پہنچا تو انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا۔ عزیز مصر نے انہیں خرید لیا۔ (2) اللہ تعالیٰ کے الطاف بے پایاں کا ذکر ہے کہ اس نے خریدار یوسف علیہ السلام کے دل میں آپ علیہ السلام کی محبت پیدا کر دی۔ اس نے آپ علیہ السلام کی درخشاں پیشانی سے انوار سعادت جھلکتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ کوئی بڑا آدمی بننے والا ہے اور ہمارے حق میں یہ انتہائی بابرکت ثابت ہوگا۔ خریدار یوسف علیہ السلام عزیز مصر وزیر خزانہ تھا۔ (مختصر ابن کثیر 872/1:) (3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین شخص نہایت دور اندیش گزرے ہیں۔ (الف) عزیز مصر جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھتے

ہی سمجھ گیا کہ یہ غلام برکت والا ثابت ہوگا۔(ب) سیدنا شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی تأثر لیا تھا کہ آپ علیہ السلام طاقت ور اور امانت دار ہیں اور باپ سے سفارش کی کہ آپ انہیں ملازم رکھ لیجیے۔آپ کو ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔(ج) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو مرض الموت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر گئے۔(4) عزیز مصر نے اپنی بیوی سے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔(5)﴿ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ''اس کی رہائش باعزت رکھو، امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' ﴿ اَكْرِمِيْ ﴾ اکرام کرو ﴿ مَثْوٰىهُ ﴾ ٹھہرنے کی جگہ ﴿ اَكْرِمِيْ ﴾ سے مراد ان کی ذات کا اکرام ہے۔اور ﴿ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ ﴾ سے مراد اس کے قیام کا اکرام کرو۔(6)﴿ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ''امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں''، یعنی یا تو ہم غلام جیسا فائدہ اٹھائیں گے کہ خدمت لیں گے یا بیٹا بنالیں گے اور نفع اٹھائیں گے۔اس نے یہ بات اس لیے کہی کہ شاید اس کے یہاں اولاد نہ تھی۔

سوال 2: ﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے قدم مصر کی سرزمین میں کیسے جمائے گئے؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی سازش کی وجہ سے وہ اندھے کنوئیں میں ڈالے گئے۔پھر انہیں مصر لا کر فروخت کیا گیا اور وہ عزیز مصر کے یہاں پہنچے۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام کے خریدار کے دل اور ان کے خاندان میں ان کے لیے جگہ بنائی گئی۔(3) سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے معاملہ فہمی کے مواقع فراہم کیے گئے۔(4) یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے کنویں میں ڈلوا کر اور عزیز مصر کے دل میں ان کی جگہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے مصر کے اقتدار کا راستہ آسان کر دیا۔

سوال 3: ﴿ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ ''اور تاکہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور تاکہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں'' سے مراد ہے ہر معاملے میں صحیح فیصلہ کرنے کی تعلیم۔(2) واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی تعلیم۔(3) خوابوں کی تعبیر کی تعلیم۔(4) زندگی کے معاملات کو سکھانے کی تعلیم۔(5) یعنی انہیں کوئی شغل اور کوئی ہم و غم لاحق نہ رہا سوائے حصول علم کے اور یہ چیز ان کے لیے علم الاحکام اور علم التعبیر وغیرہ کے حصول کا باعث بن گئی۔(تفسیر سعدی: 1246/2)

سوال 4: ﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے''، یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ کوئی نہیں ٹال سکتا۔اس کا حکم سب پر نافذ ہے۔کوئی اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔وہ سب پر غالب ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔(یٰس: 82)

سوال5: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اکثر لوگ کس حقیقت سے ناواقف ہیں؟

جواب: (1) اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔ (2) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس کائنات کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔ (3) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ لوگوں کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ (4) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے معاملات پر کنٹرول حاصل ہے اور اس کے منصوبے کامیاب ہو کر رہتے ہیں۔ (5) اکثر لوگ اس کی تخلیق کی حکمت، اس کے لطف اور اس بات کو نہیں جانتے کہ جو وہ ارادہ کرتا ہے وہ کر لیتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر) (6) ابن عطیہ نے کہا: اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے کہ جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ارادہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا اور وہ نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ کا اردہ اور اس کی تدبیر نہ ہوتی۔ زمخشری نے کہا: وہ لوگ نہیں جانتے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (البحر المحیط) (7) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غیب کے بارے میں نہیں جانتے کہ اس میں کیسے عظیم راز اور نفع مند حکم پوشیدہ ہیں۔ (فتح القدیر) (8) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اسی وجہ سے ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام قدریہ کے مقابلے میں افعال سرزد ہوتے ہیں حالانکہ وہ انتہائی عاجز اور انتہائی کمزور ہیں، کوئی مقابلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آ سکتا۔ (9) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کی مدح اور جہالت کی مذمت کی ہے۔ جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے احسان کے مقام پر علم کا ذکر کیا جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَلِنُعَلِّمَهٗ﴾ ''اور تا کہ ہم اسے سکھائیں'' اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اور علم اسی کی طرف سے ہے جس کو وہ نہیں جانتے (یہ مذمت ہے) اور علم دو طرح کا ہے: علم شریعت اور علم حقیقت اور ہر ایک کی اپنے مقام پر فضیلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا؛ اے اللہ کے رسول کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: العلم باللہ: اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سے اعمال مرتبے کو بڑھاتے ہیں؟ فرمایا: العلم باللہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرنا۔ کہا گیا ہم آپ ﷺ سے عمل کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور آپ ﷺ علم کے بارے میں جواب دیتے ہیں تو فرمایا: 'ان قلیل العمل ینفع مع العلم وان کثیر العمل لا ینفع مع الجھل' بے شک تھوڑا عمل علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور کثیر عمل جہالت کے ساتھ نفع نہیں دیتا۔ (روح البیان)

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (22)﴾

''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا، ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔'' (22)

سوال1: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾ ''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا، ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا'' یعنی جب آپ کی عقل مکمل ہوئی اور آپ کی نشوونما تکمیل تک پہنچ گئی تو ہم

نے آپ کومنصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔(مختصرابن کثیر:870/1)(2)تکمیل عقل کی مدت سے یہاں 40سال مراد ہیں۔(3)یعنی جب جناب یوسف علیہ السلام کےقوائے حسیہ اورقوائے احمویہ اپنے درجہ کمال کوپہنچ گئے اوران میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ وہ نبوت اوررسالت کا بھاری بوجھ اٹھاسکیں۔(4)﴿اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا﴾''ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑاعلم عطا کیا''حکم اورعلم عطا کرنے سے مراد **(الف)**نبوت یااس سے پہلے کی دانش مندی ہے۔**(ب)**ہرمعاملہ میں صحیح فیصلے کرنے کی قوت ہے۔**(ج)**واقعات کے نتائج کومعلوم کرنا ہے۔**(د)**زندگی کے معاملات کو اچھی طرح سلجھانا ہے۔(5)یعنی انہیں فہم اورعلم عطا فرمایااورعلم سے مراد دین کا علم ہے۔یعنی ہم نے ان کو نبی،رسول اور عالم ربانی بنایا۔(تفسیر سعدی:1246/2)(6)علم سے مراد دین کی سمجھ ہے۔(البحرالمحیط)(7)علم سے مرادعمل کرنے کی حکمت ہے۔

سوال2:﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾''اورہم نیکی کرنے والوں کوایسے ہی جزادیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)یعنی جو پوری کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کونفع پہنچانے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں،اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نفع مندعلم عطا فرماتے ہیں۔(2) سیدنا یوسف علیہ السلام اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سرگرم عمل رہتے تھے۔اس آیت سےہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ یوسف علیہ السلام احسان کے مرتبے پر فائز تھے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت،علم کثیراورلوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کواسی طرح جزادیتے ہیں۔الحمدللہ

سوال3: کیااحسان یعنی حسن عمل کی جزادنیامیں بھی ملاکرتی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ حسن عمل یعنی پوری کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اخلاص سے عبادت کرنے اورمخلوق کونفع پہنچانے والوں کوعلم نافع عطاکرتے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ حسن عمل کی جزادنیامیں بھی دیتے ہیں۔**(الف)**جیسے رشتہ داروں کےمعاملے میں حسن عمل یعنی صلہ رحمی کرنے والے کی عمراوررزق میں برکت دی جاتی ہے۔**(ب)**حسن عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کسی کےفہم میں اضافہ فرماتے ہیں۔**(ج)**حسن عمل کے نتیجے میں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اقتدارعطافرماتے ہیں۔(4)رب العزت نےفرمایا:﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾''نیکی کابدلہ نیکی ہی ہے۔''(الرحمٰن:60)

﴿وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ(23)﴾

''اورجس عورت کے گھر میں وہ تھااس نے یوسف کواس کےنفس سے بہکایااوراس نے تمام دروازے خوب بندکردیےاوربولی:''جلدی

آؤ!'' یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ! بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے۔'' (23)

سوال 1: ﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ﴾ ''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے اور بولی: ''جلدی آؤ!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ ﴾ ''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا'' یعنی یوسف علیہ السلام جس عورت کے غلام تھے وہ ان پر فریفتہ ہوگئی۔ اس کے شوہر نے اسے تاکید کی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو عزت واحترام سے رکھے۔ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر لٹو ہوگئی۔ (2) سیدنا یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں رہتے تھے جہاں اس مکروہ فعل کے غیر محسوس مواقع میسر تھے۔ (3) ﴿ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ ﴾ ''اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے'' یعنی جب گھر میں اس کا شوہر نہیں تھا تو اس نے دروازے بند کر دیے تاکہ کسی کی آمد کا خطرہ ہی نہ رہے۔ (4) ﴿ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ﴾ ''اور بولی: ''جلدی آؤ!'' اب اس نے یوسف علیہ السلام کو بدکاری کی دعوت دی کہ میرے پاس آؤ اور یہ برا کام انجام دو۔ (5) سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے یہ آزمائش بھائیوں کی طرف سے پیش آنے والی آزمائش سے بڑی تھی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام پردیسی اور غلام تھے اور ایسا فرد غصے کا اظہار نہیں کر سکتا جیسا اپنے وطن میں اپنے لوگوں کے درمیان ایک آدمی اظہار کرتا ہے۔ وہ عورت حسین تھی اور سیدنا یوسف علیہ السلام جوان اور غیر شادی شدہ تھے۔ پھر وہ عورت دھمکیاں دے رہی تھی کہ اگر میری خواہش پوری نہ کی تو قید خانے میں بھجوا دے گی۔ (6) سیدنا یوسف علیہ السلام اس فعل پر ہر طرح سے قدرت رکھنے کے باوجود اس سے رکے رہے۔ انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ان سارے اسباب پر ترجیح دی۔ جب بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا تو وہ صبر ایسی حالت میں تھا جب کہ وہ مجبور تھے اور یہ صبر اختیاری تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اس فعل کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے نفس کے ارادے کو جو کہ برائی کا حکم دیتا ہے چھوڑ دیا تو انہیں اپنے رب کی برہان نظر آئی۔ (7) سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو علم، فہم اور ایمان عطا کیا تھا اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حرام ٹھہرائے ہوئے سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم، ایمان اور خشیت الٰہی ہی حق کی برہان تھی جس نے انہیں گناہ سے دور رکھا۔

سوال 2: ﴿ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴾ ''یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ! بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ﴾ ''یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ!'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس مکروہ فعل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لی۔ (2) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس فعل سے اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے اور اپنے سے دور کر دیتا ہے۔ (3) ﴿ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ﴾ ''بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارا شوہر میرا سردار ہے۔ اس نے مجھے اچھا مقام دیا اور میں یہ کام کروں؟ یعنی یہ فعل تو میرے آقا

کے حق میں خیانت ہے۔جس نے مجھے عزت دی میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ کام کر کے اس کے احسانات کا ایسا برا بدلہ دوں تو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔(4) ﴿ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾''یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے''یعنی خیانت کرنے والے ظالم ہیں اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔(5) سیدنا یوسف علیہ السلام نے تقویٰ کا راستہ اختیار کر کے اپنے آقا کے حق کی رعایت کی اور ظلم سے بچے۔

﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ (24) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی، ایسا ہی ہوا تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹا دیں، یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا۔''(24)

سوال 1: ﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ﴾''اور بلاشبہ یقیناً اس عورت نے اس کا ارادہ کیا''اس عورت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بدی کی سخت ترغیب دی۔(2) ﴿ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ﴾''اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی'' یہاں اس آیت میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا بیان ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے لیے نیکی کے ارادے پر ہی ایک نیکی اور نیکی کرنے پر دس نیکیاں لکھ لی جائیں اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد برائی ترک کر دے تو اس پر بھی ایک نیکی لکھ لی جائے کیونکہ اس نے میری وجہ سے برائی چھوڑ دی ہے اور اگر برائی کر لے تو ایک ہی برائی لکھی جائے۔آپ اس کا ارادہ کر لیتے اگر رب کی نشانی نہ دیکھتے مگر چونکہ آپ نے رب کی نشانی دیکھ لی تھی اس لیے آپ نے ارادہ نہیں فرمایا۔(مختصر ابن کثیر:873/1) (3)''اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے'' برہان سے مراد دین کا علم، ایمان اور خشیت الٰہی ہے۔ایمان ہی وہ حق کی برہان تھا جو یوسف علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کرواتا تھا۔(4) جیسا کہ ایک اور مقام پر رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا قَلِیْلًا ﴾ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے۔(بنی اسرائیل:74) (5) نبی ﷺ نے حدیث احسان میں فرمایا: اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس خشوع وخضوع اور خلوص کے ساتھ) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نہ نصیب ہو کہ تم اسے دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمہیں دیکھتا ہے۔(بخاری:50) اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور انسان کو احسان کے مقام پر فائز کرتا ہے۔مشاہدہ اور مراقبہ ہی حسن عبادت اور حسن عمل کا باعث بنتے ہیں۔

سوال2: ﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''ایساہی ہواتا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹادیں، یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ﴾ ''ایساہی ہواتا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹادیں'' یعنی جس طرح ہم نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کواس گناہ سے بچایا اسی طرح دیگر برائیوں سے بچانے میں بھی مدد کرتے رہے اور انہیں ہر طرح کی برائیوں سے روکتے رہے کیونکہ آپ ہمارے مخلص ومختار بندے تھے۔(مختصر ابن کثیر:873/1) **(2)** اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو ایمان کی برہان سے نوازا جو ان کے قلب میں جاگزیں تھا، جوان سے اوامر الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتا تھا۔اس پورے معاملے میں جامع بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیا تھا کیونکہ وہ ان بندوں میں سے تھے جو اپنی عبادت میں اخلاص سے کام لیتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور اپنے لیے خالص کر لیا اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دی اور تمام ناپسندیدہ امور کو ان سے دور کر دیا۔ بنابریں وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق میں سے تھے۔ **(3)** نبی ﷺ نے فرمایا:''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا: انصاف کرنے والا حکمران، تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اشک بار ہو جانے والا انسان، وہ آدمی جو مسجد سے نکلتا ہے تو واپسی تک اس کا دل وہیں اٹکا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھنے والے دوست جو اسی بنیاد پر ملتے ہیں اور اسی حالت میں ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں، وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے تو اس قدر پوشیدہ رکھتا ہے کہ دائیں کے دیئے کا بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا، وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوانی گزارتا ہے اور وہ مرد جسے کسی صاحب حیثیت اور صاحب جمال عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے کہہ دیا: میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''(بخاری:660،مسلم:1031) **(4)** نبی ﷺ کی دعا ہے: اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ ''اے اللہ! تو ہم کو اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔(ترمذی:528/5) **(5)** ﴿ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا'' وہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنے آپ کو خالص کر لیا۔(تفسیر کشاف) **(6)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ اس نے کہا:''تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔سوائے تیرے ان بندوں کے جو خالص کر دیے گئے۔''(ص:82,83) **(7)** ﴿ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۚ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴾ یقیناً ہم نے انہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے۔اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔(ص:46,47)

سوال3: عزیز مصر کی بیوی برائی اور بے حیائی سے کیوں نہ بچ پائی؟

جواب:(1) عزیز مصر کی بیوی نے اپنی فطرت کو مسخ کر ڈالا تھا۔ **(2)** اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کی وجہ سے اس کے اندر کا Alarming

System کام نہیں کررہا تھا۔(3)عزیزمصر کی بیوی کا اپنے رب سے تعلق نہیں تھا۔رب کی مدد سے وہ محروم ہوگئی اور برائی اور بے حیائی میں مبتلا ہوگئی۔

سوال4: کیا یوسف علیہ السلام نے عزیزمصر کی بیوی کا قصد کیا تھا؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے رب کی برہان دیکھ لی اس لیے ارادہ نہیں کیا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ انسان کو برائی اور بے حیائی سے کیسے دور رکھتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر فطری طور پر برائی اور بے حیائی کی شناخت رکھی ہے۔جسے یہاں ''برھان'' کہا گیا۔اسی کو فطری الہام کہتے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے توسط سے علم دین عطا فرمایا،ایمان کی حقیقت سمجھائی اور مسلسل تربیت سے تقویٰ کے ایسے مقام پر پہنچایا جس کی وجہ سے برائی اور بے حیائی سے بچنا ممکن ہوجاتا ہے۔(3)برائی اور بھلائی کی پہچان اور برائی کے موقع پر انسان کے اندر سے ایک کھٹک کا ابھرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کے اندر بڑا مضبوط Alarming System ہے۔(4)جولوگ برائی کی کھٹک پر چونک جاتے ہیں فطرت کی پکار یعنی اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں وہ اپنی فطرت کو زندہ رکھتے ہیں ان کے اندر یہ صلاحیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔(5)جولوگ برائی کی کھٹک پر برائی چھوڑنا چاہتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں اور یوں برائی اور بے حیائی سے بچنا ممکن ہوجاتا ہے۔

﴿وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(25)﴾

''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو موجود پایا،وہ بولی:''کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟ سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو۔''(25)

سوال1: ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ﴾ ''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو موجود پایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ ''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کے چنگل سے خود کو بچانے کے لیے دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے تاکہ اس سے بچ کر نکل جائیں۔(2)﴿وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ﴾ ''اور اس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا'' عزیزمصر کی بیوی سیدنا یوسف علیہ السلام کے پیچھے بھاگی اور پیچھے سے ان کی قمیص کو پکڑ لیا۔اس کے کھینچنے کی وجہ

سے قمیص پھٹ گئی کیونکہ وہ ان کو واپس لے جانا چاہتی تھی۔(3)﴿ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ﴾" اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو موجود پایا" سیدنا یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی بھاگتے ہوئے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر عزیز مصر کو پالیا۔اس کو یہ معاملہ سخت گراں گزرا۔

سوال2: ﴿ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾" وہ بولی:" کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟ سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا ﴾" وہ بولی:" کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟" عزیز مصر کی بیوی نے ساری ذمہ داری سیدنا یوسف علیہ السلام پر ڈال دی اور جھوٹ گھڑ کر کہا کہ آپ کا غلام آپ کی بیوی کے ساتھ خیانت کرنا چاہتا تھا۔اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے آپ کی بیوی سے برائی کی؟ وہ اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنا چاہتی تھی۔(2)﴿ اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾" سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو" یا تو اس کو یہ سزا دیں کہ جیل خانے میں بھیج دیں یا پھر قرار واقعی سزا دی جائے۔

سوال3: عزیز مصر کی بیوی نے خود ہی سزا بھی کیوں تجویز کر دی؟

جواب: اس عورت کو یہ ڈر تھا کہ کہیں قتل ہی نہ کر دیا جائے اس لیے ہلکی سزا تجویز کر دی۔

﴿ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ(26) ﴾

"اس (یوسف) نے کہا:" اسی نے میرے نفس کے بارے میں مجھے بہکایا" اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے۔"(26)

سوال1: ﴿ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ ﴾" اس (یوسف) نے کہا:" اسی نے میرے نفس کے بارے میں مجھے بہکایا" سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنی صفائی کے لیے کیا کہا؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے عورت کے الزام سے خود کو بری ثابت کرنے کے لیے کہا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے یہی مجھے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔(2) اس صورت حال میں دونوں کی صداقت کا احتمال تھا مگر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون سچا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق اور صداقت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر فرمائی ہیں جو حق کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جنہیں بسا اوقات بندے جانتے ہیں اور بسا اوقات نہیں جانتے۔چنانچہ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے سچے کی پہچان سے نوازا تا کہ اس کے نبی اور چنیدہ بندے

جناب یوسف علیہ السلام کی برأت کا اظہار ہو۔(تفسیر سعدی:1249/2)

سوال2: سیدنا یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا فیصلہ کیسے ہوا؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے مجبوراً واقعہ بیان کیا تو عورت کے گھر والوں میں سے ایک شخص جو خاندان کا سمجھ دار شخص تھا اس نے فیصلہ کیا۔

سوال3: ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴾ ''اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ﴾ ''اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی'' اللہ تعالیٰ نے عورت کے گھر والوں میں سے ایک شاہد کو کھڑا کر دیا اور اس نے قرینے کی گواہی دی کہ جس کے پاس یہ قرینہ موجود ہوگا وہی سچا ہے۔(تفسیر سعدی:1249/2) **(2)** یہ گواہ ایک شیر خوار بچہ تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت رضاعت میں چار بچوں نے باتیں کیں جن میں: **(الف)** شاہد یوسف بھی ہے۔ **(ب)** مشاطہ بنت فرعون کا بیٹا۔ **(ج)** وہ بچہ جس کو ابن جریج کہا گیا۔ **(د)** سیدنا عیسیٰ ابن مریم۔(ابن جریر) **(3)** ﴿ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴾ ''اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے'' گواہ نے کہا کہ اگر قمیص آگے سے پھٹی ہو تو اس کا مطلب ہے مرد قصور وار ہے اور عورت دفاع کرنے والی ہے لہٰذا وہ سچی اور مرد جھوٹا ہے۔ اس نے اپنی مدافعت کی حالت میں آگے سے اس کا کرتہ پھاڑ ڈالا۔

﴿ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ (27) ﴾

''اور اگر اس کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔''(27)

سوال: ﴿ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ ''اور اگر اس کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے'' گواہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی سچائی کے لیے کیا گواہی دی؟

جواب: گواہ نے کہا: اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام بھاگ رہے تھے اور یہ عورت پکڑ کر کھینچ رہی تھی لہٰذا عورت جھوٹی ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔

﴿ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ (27) ﴾

''پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو اس نے کہا: ''یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ہے، بلا شبہ تم

عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے۔''(28)

سوال1: ﴿ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴾ '' پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو اس نے کہا: '' یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ہے، بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے'' جب سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیض دیکھی گئی تو عزیز مصر فقط یہ کہہ کر کیوں رہ گیا کہ ان عورتوں کی چالیں بہت بڑی ہوتی ہیں؟

جواب:(1) قمیض کو دیکھ کر ثابت ہو گیا کہ عورت نے ورغلانے کی کوشش کی ہے لیکن عزیز مصر نے اس کو عورتوں کی چال قرار دے کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔ **(2)** نظر انداز کرنے کا سبب ترقی یافتہ سوسائٹی کی خصوصیت ہے۔ اس میں جنسی سکینڈل نظر انداز کر دیے جاتے ہیں بلکہ ان کو چھپایا جاتا ہے۔ **(3)** صدیوں پرانی سوسائٹی اور آج کی سوسائٹی میں یہ جہالت قدر مشترک ہے۔ **(4)** یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی قمیض دیکھ کر عزیز مصر کو یقین ہو گیا کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پاک دامن ہیں اور گناہ سراسر اس کی بیوی کا ہے تو آخر کار اس نے کہہ دیا: ﴿ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴾ '' بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے'' اس سے بڑھ کر کیا دھوکہ دہی ہو سکتی ہے کہ بدی کا ارادہ کر کے، اس کا ارتکاب کرنے والی نے اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے اپنا برا عمل اللہ تعالیٰ کے نبی یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے ذمے لگا دیا۔ **(5)** عزیز مصر نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہ محض ایک فریب ہے اور یقیناً عورتوں کا فریب بہت بڑا ہوتا ہے۔

سوال2: کیا تمام عورتیں مکر و فریب کا پتلا ہوتی ہیں؟

جواب:(1) یہ قول کہ عورتوں کی چالیں بہت بڑی ہوتی ہیں عزیز مصر کا ہے۔ **(2)** اسے ہر عورت پر چپکانا قرآن حکیم کا مقصد نہیں ہے۔ **(3)** عزیز مصر نے یہ بات اپنی بیوی کی بری حرکت دیکھ کر کہی تھی ایسی عورتوں کی چالوں کے بارے میں یہ بات درست ہے۔ **(4)** سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔ (بخاری:5096) **(5)** سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تمھیں ہی دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقل مند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ (بخاری:304)

﴿ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ(29) ﴾

'' یوسف! اس سے درگزر کر اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی بلاشبہ خطا کاروں میں سے ہے۔''(29)

سوال1: ﴿ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﴾ '' یوسف! اس سے درگزر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کومشورہ دیا کہ اس واقعے کو درگزر کرو، کسی سے تذکرہ نہ کرواور بھول جاؤ۔(2)وہ اپنی بیوی کے برے عمل کی پردہ داری کرنا چاہتا تھا۔

سوال 2: ﴿ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴾'' اوراے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی بلاشبہ خطا کاروں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ اس شرم ناک فعل سے توبہ کرواور آئندہ کبھی نہ کرنا۔

رکوع نمبر:4

﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (30) ﴾

'' اورشہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کواس کے نفس سے بہکا رہی ہے، یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے، یقیناً ہم ضرور اس کوصریح گمراہی میں دیکھتی ہیں۔'' (30)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾'' اورشہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کواس کے نفس سے بہکا رہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾'' اورشہر میں عورتیں کہنے لگیں'' شہر کی عورتوں نے اس واقعے کوشہر کے گھر گھر تک پھیلا دیا اور عزیز مصر کی بیوی کو ملامت کرنے لگیں۔(2) ﴿ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ﴾'' عزیز کی بیوی اپنے غلام کواس کے نفس سے بہکا رہی ہے'' یعنی عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کے آگے پیچھے جا رہی ہے۔ یہ بہت ہی برا کام ہے۔

سوال 2: شہر کی عورتوں میں عزیز مصر کی بیوی کے معاملات کیوں زیر بحث آئے؟

جواب:(1)عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے بات چھپانے کی تلقین کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یقیناً اس کا تذکرہ نہیں کیا ہوگا مگر بات پھیل گئی۔(2)اس طرح کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیلا کرتی ہیں۔(3)اس سوسائٹی میں لوگ ایسے ہی Scandlise ہوا کرتے ہیں۔

سوال 3: ﴿ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾'' یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے، یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ﴾'' یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے'' اس غلام کی محبت اس کے دل میں بس گئی

ہے۔یعنی وہ اس محبت کے انتہائی درجے تک پہنچ گئی ہے۔(2)﴿ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾''یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں''، یعنی عزیز کی بیوی ایسی حالت کو پہنچ گئی ہے جو اس کے لیے مناسب نہیں۔وہ عورتیں جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ محض ایک چال تھی۔وہ چاہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی ہماری باتوں سے غصے میں آ کے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کا دیدار کروا دے یہی ان کا مکر تھا۔

﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ (31) ﴾

''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ، پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔اور کہا:''اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔''(31)

سوال 1: ﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ﴾ ''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ ﴾''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا'' عزیز مصر کی بیوی زمانہ شناس تھی جب اس کو خبر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام سے محبت کا فسانہ ہر زبان پر ہے اور سب مجھے برا کہہ رہی ہیں تو اس نے اپنے گھر دعوت پر بلایا۔(2)﴿ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً ﴾''اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی''عزیز کی بیوی نے ایک ایسی تکیہ دار مجلس آراستہ کی جس میں کھانے سجے ہوئے تھے۔ان کھانوں میں ایسے بھی تھے جن میں چھری کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔(3)﴿ وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا ﴾''اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی''جب تمام خواتین دسترخوان پر بیٹھ گئیں تو ہر عورت کو ایک چاقو پیش کیا گیا تاکہ کھانے کے لیے وہ استعمال کرسکیں۔(4)﴿ وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ﴾''اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس حکم کی تعمیل میں باہر چلے گئے۔جس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام باہر جا رہے تھے تو ان عورتوں نے حسن یوسف کا نظارہ کیا تو ان کی زبان سے نکلا۔اللہ کی قسم یہ انسان نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

سوال 2: ﴿ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ﴿۳۱﴾ ﴾''پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔اور کہا:''اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ ﴾''پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا''یعنی انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے دل میں بڑا سمجھا اور انہوں نے ایسا حسن دیکھا کہ ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔(2)﴿ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ﴾''اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں''انہوں نے حیرانی میں پھل کاٹنے کی بجائے اپنے ہاتھ اور انگلیاں کاٹ ڈالیں اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔(3)﴿ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ ﴾''اور کہا:''اللہ کی پناہ!''بے ساختگی میں ان کی زبان سے نکلا اللہ تعالیٰ پاک ہے۔(4)﴿ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ۝۳۱ ﴾''یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے''اللہ کی قسم یہ انسان نہیں بھلا انسانوں میں ایسا حسن کہاں؟ یہ حسن تو فرشتوں کو ہی نصیب ہے۔یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے جو زمین پر اتر آیا ہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن اور مردانہ وجاہت عطا فرمائی تھی۔معراج والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔آپ ﷺ نے فرمایا:یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن عطا کیا گیا۔(الصحیحۃ:1481)

﴿ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىِٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ (32) ﴾

''عزیز کی بیوی نے کہا:''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی اور میں نے اسے اس کے نفس سے بہکایا تو وہ بچ نکلا اور واقعی اگر اس نے نہ کیا جو میں اسے حکم دیتی ہوں،تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا۔''(32)

سوال1:﴿ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ﴾''عزیز کی بیوی نے کہا:''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی''کی وضاحت کریں؟

جواب:عزیز مصر کی بیوی نے جب یہ دیکھا کہ عورتیں حسن یوسف سے مدہوش ہو گئیں،ان کو سیدنا یوسف بہت ہی اچھے لگے تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے باطنی حسن اور ان کی مکمل پاک دامنی کا نظارہ بھی کروانا چاہا۔اس نے عورتوں کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر اپنی شدید محبت کا اعلان کیا۔﴿ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ﴾''عزیز کی بیوی نے کہا:''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی''

سوال2:﴿ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ﴾''اور میں نے اسے اس کے نفس سے بہکایا تو وہ بچ نکلا''کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ تم نے مجھے طعنہ دیا تھا کہ میں نے اسے پھسلایا اور اس نے اپنے آپ کو بچالیا تو ہاں ایسا ہی ہے۔اس نے اپنی محبت اور شوق کا اظہار کیا۔

سوال3: ﴿ وَلَىِٕنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ ﴾ ''تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عزیز مصر کی بیوی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عشق میں پختہ ہو گئی تھی اور شوق وصال میں اتنا آگے بڑھ گئی کہ دھمکیوں پر اتر آئی اس نے کہا: ﴿ وَلَىِٕنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ ۝ ﴾ ''تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا'' وہ چاہتی تھی کہ ہر صورت میں یوسف علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل کرلے اس لیے اس نے دھمکی دی کہ اگر میرا کہا نہ مانا تو تمہیں ذلت کے ساتھ قید کی زندگی گذارنی پڑے گی۔

﴿ قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ‌ ۚ وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّىۡ كَيۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَيۡهِنَّ وَاَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ (33) ﴾

''اس نے کہا: ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔''(33)

سوال1: ﴿ قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جب مصر کے اونچے طبقے کی خواتین اور عزیز مصر کی بیوی ان کے آگے بچھی ہوئی تھیں۔ ﴿ قَالَ ﴾ انہوں نے اپنے رب سے پناہ مانگتے ہوئے کہا۔ ﴿ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَيۡهِ ﴾ ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں'' یوسف علیہ السلام عورتوں کے گھیرے سے گھبرائے اور اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلا دیے کہ اے میرے رب بے حیائی کی زندگی سے جیل بہتر ہے۔ان عورتوں کی دعوت کے مقابلے میں مجھے قید خانہ منظور ہے۔

سوال2: جو انسان کسی کی دعوت گناہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اس کا کیا اجر ہے؟

جواب:(1) سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے ایسی عورت دعوت گناہ دے جو حسن و جمال اور جاہ و منصب والی ہو اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات طرح کے لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں پناہ دے گا۔(ان میں)ایک وہ شخص جسے

کسی صاحب حیثیت اور صاحب جمال عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے کہہ دیا: میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''(صحیح بخاری:660،صحیح مسلم:1031)**(2)**سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان چیز (زبان) کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان چیز (شرم گاہ) کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''(صحیح بخاری:6474)**(3)**لقمان حکیم نے کہا: ورع کی حقیقت پاک دامنی ہے۔(نضرۃ النعیم:2886)**(4)**نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے:**اَللّٰھُمَّ قِنِیْ** شَرَّ نَفْسِیْ وَاعْزِمْ لِیْ عَلٰی اَرْشَدِ اَمْرِیْ''اے اللہ! مجھے میرے نفس کے شر سے بچالے اور درست کام پر مجھے مضبوطی عطا فرما۔(حاکم:510/1)**(5)**اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ''اے اللہ! اپنے حلال کے ساتھ میری کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل سے اپنے حرام سے بچا کر اپنے سوا ہر کسی سے بے نیاز کردے۔''(ترمذی)**(6)**اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ''اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال دیجیے اور میرے نفس کی برائی سے بچا لیجیے۔''(احمد:444/3)

سوال3:﴿وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ﴾''اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ﴾''اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا''یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا کہ اے میرے رب! اگر ان عورتوں کے شرم ناک ارادوں اور مکر و فریب سے مجھے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو کر ان کے جال میں پھنس جاؤں گا کیونکہ میں کمزور بندہ ہوں۔**(2)﴿وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ﴾**''اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا'' کیونکہ یہ سب جہالت کا کام ہے، کیونکہ جاہل ختم ہو جانے والی قلیل لذت کو جنت میں حاصل ہونے والی دائمی لذت اور انواع و اقسام کی شہوات پر ترجیح دیتا ہے اور جو دنیا کی اس لذت کو جنت کی لذتوں پر ترجیح دیتا ہے اس سے بڑھ کر کون جاہل ہے؟ علم و عقل ہمیشہ بڑی مصلحت اور دائمی لذت کو مقدم رکھنے اور ان امور کو ترجیح دینے کی دعوت دیتے ہیں جن کا انجام قابل ستائش ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی: 1253/2)

﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(34)﴾

''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(34)

سوال1:﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ﴾''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ** ﴾''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی''اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرما لی۔(2)﴿ **فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ** ﴾''سوان کا فریب اس سے دور کر دیا''اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو عورتوں کے جال اور گناہوں سے بچالیا۔انہیں کمال درجے کی پاکیزگی عطا کی۔سیدنا یوسف علیہ السلام پاک دامنی اور روحانیت کے کمال پر تھے جیسے وہ حسن و جمال میں کمال پر تھے۔

سوال2:﴿ **اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ** ﴾''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ** ﴾''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا ہے''اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی دعاؤں کو سنتا ہے۔اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا سن لی اور قبول کر لی اور انہیں عورتوں کے شر سے بچالیا۔(2)﴿ **الْعَلِيْمُ** ﴾''سب کچھ جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ نیتوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔نیک نیتی اور فطری کمزوریوں کو جاننے والا رب مدد کے لیے پکارنے والے کی،دعا کرنے والے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے انہیں آزمائش سے نجات دلائی۔

﴿ **ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ**(35) ﴾

''پھر اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں یہی ظاہر ہوا کہ ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں۔''(35)

سوال1:﴿ **ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ** ﴾''پھر اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں یہی ظاہر ہوا کہ ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **ثُمَّ بَدَا لَهُمْ** ﴾''پھر یہی ظاہر ہوا''لوگوں پر اور عزیز مصر پر سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی ظاہر ہوگئی۔(2)﴿ **مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ** ﴾''اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں''یعنی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد اور وہ قمیص تھی جس کا دامن پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔(ایسر التفاسیر:677)(2)﴿ **لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ** ﴾''ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں'' تاکہ اس طرح خبر منقطع ہو جائے اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں،کیونکہ جب کوئی خبر شائع ہو جاتی ہے تو اس کا ذکر عام ہونے لگتا ہے اور خود اسباب کے باعث یہ خبر پھیلتی چلی جاتی ہے۔جب اسباب معدوم ہو جاتے ہیں اس واقعہ کو بھلا دیا جاتا ہے۔چنانچہ انہوں نے اس میں یہی مصلحت دیکھی تو یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈال دیا۔(تفسیر سعدی:1253/2)(3)اس واقعہ سے جہاں مردوں کی اپنی بیگمات کے سامنے بے بسی پر روشنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی انصاف کرنے والی عدالتیں بھی''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول پر اپنے فیصلے کیا کرتی تھیں اور نا معلوم مدت اس لیے تھی کہ نہ تو کوئی فرد جرم لگ سکتی تھی اور نہ ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ اس بے گناہی کی سزا کتنی مدت ہو سکتی ہے،اور غالباً اس میں یہ مصلحت سمجھی گئی کہ جب تک لوگ اور بالخصوص عورتیں یہ بھول نہ جائیں یوسف کو قید میں رکھا

دیا جائے۔(تیسیر القرآن:392)

سوال2: سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی واضح ہو جانے کے باوجود ان کو قید کیوں کیا گیا؟

جواب:(1) اونچے طبقے کے گھرانوں کی عزت کا تحفظ اس طرح ہوتا ہے کہ بے گناہوں کو قید کر دیا جائے۔**(2)** عزیز مصر اپنی بیوی کو سیدنا یوسف علیہ السلام سے دور رکھنا چاہتا تھا بیوی پر تو بس نہیں چلتا تھا غلام پر بس چلا تو اسے قید کروا دیا۔

رکوع نمبر:5

﴿وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ(36)﴾

''اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو غلام بھی داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں۔''اور دوسرے نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جن سے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں۔''(36)

سوال1: ﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ﴾''اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو غلام بھی داخل ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام جس دن قید خانے میں داخل ہوئے اسی دن دو اور افراد بھی جیل میں آئے۔ان میں سے ایک تو شاہی باورچی تھا اور دوسرا شاہی ساقی۔ان پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔

سوال2: ﴿قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ﴾''ان میں سے ایک نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں'' اور دوسرے نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جن سے پرندے کھا رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا﴾''ان میں سے ایک نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں'' ان دونوں میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ میں انگوروں کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں۔اہل عمان انگور کو خمر ہی کے نام سے پکارتے تھے۔پورا خواب یہ تھا کہ میں نے انگور کا درخت لگایا ہے، اس میں خوشے لگے ہوئے ہیں۔میں درخت سے انگور کے خوشے توڑ کر اس سے رس نچوڑ رہا ہوں تا کہ بادشاہ کو پلاؤں۔(مختصر ابن کثیر:878/1)**(2)** ﴿وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا﴾''اور دوسرے نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں'' دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں۔**(3)** ﴿تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ﴾''جن سے پرندے کھا رہے ہیں'' یعنی روٹیوں کو کھانے کے لیے پرندے آ رہے

ہیں اوراس میں سے کھارہے ہیں۔

سوال3:﴿ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴾''ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ ﴾''ہمیں اس کی تعبیر بتائیے'' دونوں قیدی سیدنا یوسف علیہ السلام کے اخلاق سے بہت متاثر ہوئے۔قید خانے میں ان کی عبادت،سچائی اور امانت کی بڑی شہرت تھی۔دونوں قیدی بھی سیدنا یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت کرتے تھے،انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھی کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟(2)﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳۶﴾ ﴾''بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں'' دونوں قیدیوں نے اعتراف کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں ہم پر بھی احسان کریں۔

﴿ قَالَ لَا یَاۡتِیۡكُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ اِنِّیۡ تَرَكۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ كٰفِرُوۡنَ(37) ﴾

''یوسف نے کہا:''تم دونوں کا کھانا جوتمہیں یہاں ملتاہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگراس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتادوں گا یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے،یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں۔''(37)

سوال:﴿ قَالَ لَا یَاۡتِیۡكُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَكُمَا ﴾''یوسف نے کہا:''تم دونوں کا کھانا جوتمہیں یہاں ملتاہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگراس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتادوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾یوسف علیہ السلام نے ان کے مطالبے کا جواب دیتے ہوئے کہا۔(2)﴿ لَا یَاۡتِیۡكُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَكُمَا ﴾''تم دونوں کا کھانا جوتمہیں یہاں ملتاہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتادوں گا''یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دوستوں سے کہا کہ میں تمہارے خوابوں کی تعبیر تمہیں ضرور بتاؤں گا مجھے اس کا علم ہے۔تمہارا کھانا آنے سے پہلے تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر بتادوں گا۔(3)یوسف علیہ السلام اس موقع پر انہیں ایمان کی دعوت دینا چاہتے تھے اوراس کے لیے کھانے کا وقت جوانتظار کا وقت تھا زیادہ مفید تھا اس لیے کہ وہ ان دونوں قیدیوں کے لیے بھی زیادہ قابل قبول تھا۔

سوال2:﴿ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ اِنِّیۡ تَرَكۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴾''یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے،یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے

والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ذٰلِكُمَا ﴾یعنی میں تم دونوں کو جوتعبیر بتاؤں گا۔(2)﴿ مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ﴾''اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے'' یہ علم تعبیر مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے۔(3)﴿ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾''یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں''میرا راستہ ان لوگوں سے الگ ہے جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں،نہ آخرت پر یقین،نہ آخرت کے ثواب کی امید رکھتے ہیں نہ عذاب کا خوف انہیں برائی سے روکتا ہے۔

﴿ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ(38) ﴾

''اور میں نے اپنے آباؤاجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے،ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں،یہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''(38)

سوال1:﴿ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾''اور میں نے اپنے آباؤاجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ ﴾''اور میں نے دین کی پیروی کی ہے''یعنی میں دین کی پیروی کرتا ہوں۔(ایسر التفاسیر:677)(2)﴿ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾''اپنے آباؤاجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب''یعنی میں اپنے باپ دادا جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے،ان کے راستے پر چل رہا ہوں۔(3)میں کفر اور شرک کے راستے سے الگ ہوں۔(4)میں نے کافروں کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق نہیں کرتے،نہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ زمین وآسمان کا خالق ہے اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم،اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی ہے جو توحید خالص کی طرف دعوت دیتے تھے۔(تفسیر منیر:599/6)اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچے نبیوں پر ہمیشہ رحمت کی بارش رہے۔(آمین)

سوال2:﴿ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾''ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ مَا كَانَ لَنَآ ﴾''ہمارا یہ کام نہیں''ہمارے لیے درست نہیں،ہمارے لائق نہیں۔(2)﴿ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾''کہ ہم

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرائیں'' کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قلیل اورحقیر یاعظیم چیز کوشریک ٹھہرائیں۔(3) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کوایک مانتے ہیں اوراسی کے لیے دین اورعبودیت کوخالص کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1255/2)(4) ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اپنے معبود کے ساتھ کسی کوشریک کریں۔جس نے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہااس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

سوال3: ﴿ **ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ** ﴾ ''یہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ** ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے'' یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اوراس کا احسان ہے۔(2)﴿ **عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ** ﴾ ''ہم پر اور تمام لوگوں پر'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمارے سینوں میں توحیدا تاری اور ہمارے دل اس کے انوار سے جگمگائے،اسی کی ہم پر وحی بھیجی گئی اوراسی دولت کولوٹنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ہم اس نعمت عظمٰی کو دے کر لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔(مختصر ابن کثیر:879/1)(3) اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو انبیاء کے راستے پر چلتے ہیں اور گمراہوں سے بے زار رہتے ہیں۔رب العزت انہیں ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے اور انہیں ایسی باتیں سکھاتا ہے جن کو وہ پہلے نہیں جانتے۔(4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے نو جوانوں میں یہ بات محسوس کر لی تھی کہ وہ ان کی عزت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جو بات بتائیں گے وہ حق ہے اس لیے یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگر میں شرک سے بچ گیا اور میں اس مقام پر پہنچ گیا آپ بھی اسی راستے پر چلو۔

سوال4: ﴿ **وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ** ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکرادانہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) یعنی اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات کاشکرادانہیں کرتے۔(2) اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اس کی جانب سے آنے والی راہ نمائی،اس کی ہدایت ہے لیکن اکثر لوگ نبیوں کو،دین حق کو پہچاننے سے محروم رہتے ہیں۔(3) اکثر لوگ رب العزت کی دی ہوئی تعلیم کو ٹھکرا کر شیطان کی تعلیم کواپنا لیتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اوراپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟ جہنم میں،وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے۔(ابراہیم:28,29)

﴿ **يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ**(39) ﴾

''اے میرے قیدخانے کے دونوں ساتھیو! کیا جداجدارب بہتر ہیں یااللہ تعالیٰ جواکیلا ہی ہے،نہایت زبردست ہے؟''(39)

سوال: ﴿ **يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ** ﴾ ''اے میرے قیدخانے کے دونوں ساتھیو! کیا جداجدا رب بہتر ہیں یااللہ تعالیٰ جواکیلا ہی ہے،نہایت زبردست ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ﴾''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!''اور وہ دونوں نوجوان تھے جن میں سے ایک شاہی باورچی اور دوسرا شاہی ساقی تھا۔(ایسرالتفاسیر:678)(2)﴿ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ ﴾''کیا جدا جدا رب بہتر ہیں''سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دی کہ بہت سارے معبود لکڑی اور پتھر کے بت، فرشتے اور مردہ ہستیاں اور مختلف قسم کے معبود جو کمزور ہیں، نفع نہیں دے سکتے، نقصان سے نہیں بچا سکتے، نہ کسی کو عزت عطا کر سکتے ہیں نہ ذلت سے بچا سکتے ہیں، نہ عطا کر سکتے ہیں، نہ محرومی سے بچا سکتے ہیں، کیا یہ معبود بہتر ہیں۔(3)﴿ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾''یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہی ہے، نہایت زبردست ہے؟''یا اللہ تعالیٰ جو ساری صفات کمال کا مالک ہے۔ جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں ایک ہے۔(4)﴿ الْوَاحِدُ ﴾جس کا کوئی شریک نہیں۔(5)﴿ الْقَهَّارُ ﴾''نہایت زبردست ہے''جس کے غلبے، جس کے تسلط، قہر، اقتدار کے آگے سب عاجز ہیں۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود نہ چاہے جیسا کہ فرمایا:﴿ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جاندار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔(ھود:56)(6)عبادت تو اس اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے جو اکیلا ہے، سچا معبود ہے، جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، جس کے سوا کوئی کچھ نہیں کرسکتا، جس کے سوا کسی کے پاس کوئی کمال نہیں۔

﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (40) ﴾

''تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔''(40)

سوال1:﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾''تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ ﴾''تم اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں عبادت کرتے''یعنی اللہ واحد وقہار کے سوا تمہاری قوم جن جن کی پرستش کر رہی ہے۔(2)﴿ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾''مگر چند ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں''یعنی تم نے انہیں الٰہ کا، معبود کا نام دے دیا ہے ورنہ حقیقت میں وہ الٰہ نہیں بت ہیں، نہ ان میں الوہیت کی کوئی صفت ہے، نہ ان کی کوئی حقیقت

ہے۔(3)﴿ مَّآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ﴾''اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی'' بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کی ممانعت نازل کر کے ان کا باطل ہونا واضح کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان معبودان باطل کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے کوئی طریقہ، کوئی وسیلہ اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ان کا استحقاق عبودیت میں ثابت ہوتا ہو۔(تفسیر سعدی:1256/2)(4)اللہ تعالیٰ نے مخلوق پرستی کی کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی، یہ صرف ناموں کی عبادت کرتے ہیں۔

سوال 2: ﴿ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾''حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم پوری کائنات میں جاری ہے۔تصرف کا اختیار اسی کے پاس ہے۔اس کی حکومت سب پر قائم ہے۔وہ اکیلا حکم دیتا اور روکتا ہے۔اس کے ارداے کے ساتھ ہر حرکت وجود میں آتی ہے اور اس کے ارادے کے ساتھ ہر حرکت رک جاتی ہے۔وہی ہے جس نے شریعتیں بھیجیں اور احکام مقرر فرمائے۔

سوال 3: ﴿ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ﴾''اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ﴾''اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے صرف اسی کی عبادت کرو۔(2)یعنی اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے کہ اس کی توحید میں کسی کو شریک نہ کرو۔(سمرقندی:200/2)(3)﴿ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ﴾''یہی سیدھا دین ہے'' توحید ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔توحید ہی مضبوط دین ہے۔دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص پر ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے۔(4)اللہ تعالیٰ نے توحید ہی کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

سوال 4: ﴿ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اکثر لوگ نہیں جانتے کہ اطاعت کرنے والوں کا کیا ثواب ہے اور نافرمانوں کے لیے کیا عذاب ہے۔(طبری:94/12)(2)اکثر لوگ سیدھے راستے کو نہیں جانتے جس کی وجہ سے شرک میں پھنس جاتے ہیں۔(3)رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ ﴾اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)(4)سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔اتنے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:اے معاذ بن جبل!میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میں حاضر ہوں۔پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل!میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!میں حاضر ہوں۔پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا:اے معاذ بن جبل!میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔رسول ﷺ نے فرمایا:کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟میں نے عرض کیا:اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی

عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ کریں۔(اس کے بعد) پھرآپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے پھرفرمایا:اے معاذ بن جبل! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شریک نہ کریں) میں نے عرض کیا:اللہ اوراس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کوعذاب نہ دے۔''(مسلم:143)

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ (41) ﴾

''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کوشراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا،پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے،جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا۔''(41)

سوال1: ﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ﴾ ''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کوشراب پلائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھیوں کوتوحید اوراللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے کی دعوت دی پھرخوابوں کی تعبیر بتانی شروع کی۔(2)''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کوشراب پلائے گا'' کہ جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں وہ قید سے آزاد ہو جائے گا اور اپنے آقا کوشراب پلائے گا۔

سوال2: ﴿ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ﴾ ''اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا،پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا۔(2)''اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا،پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے''جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں۔اس کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اسے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

سوال3: ﴿ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴾ ''جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:''جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا''،یعنی اب جو تعبیر بتائی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی اس کا فیصلہ ہو چکا۔(2)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:خواب معلق رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ بیان کی جائے پھر جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ ہو کر رہتی ہے۔(مسند احمد)

﴿ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (42) ﴾

''یوسف نے اس شخص سے کہا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے: ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔'' تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا۔''(42)

سوال1: ﴿ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ﴾ ''یوسف نے اس شخص سے کہا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے: ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَقَالَ ﴾ ''یوسف نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔**(2)** ﴿ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا ﴾ ''اس شخص سے جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے'' یعنی جس کے متعلق یوسف علیہ السلام کا یہ گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا یعنی وہ شخص جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلا رہا ہے۔**(3)** ﴿ اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے شخص سے الگ ہو کر کہا کہ بادشاہ سے میرا واقعہ بیان کرنا ہو سکتا ہے کہ اس کا دل نرم پڑ جائے اور مجھے قید خانے سے نکال دے۔

سوال2: ﴿ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴾ ''تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ ﴾ ''تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا'' یعنی قید سے نجات پانے والے اس شخص کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرا دیا اور نیز ہر اس چیز کو فراموش کرا دیا جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا باعث تھی اور انہی چیزوں میں یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی تھا جو اس چیز کے مستحق تھے کہ بہترین اور کامل ترین بھلائی کے ساتھ ان کو بدلہ دیا جاتا۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا حکم پورا ہو۔(تفسیر سعدی:1258/2)**(2)** ﴿ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴾ ''تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا'' یعنی بھلائے گئے مظلوم۔(تفسیر مراغی:411/9)**(3)** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یوسف علیہ السلام یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی مدت نہ رہتے یعنی انہوں نے غیر اللہ سے اپنی پریشانی کا ازالہ چاہا۔(جامع البیان:236/12)**(4)** سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔ پس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، ان کے پاس آدمی آیا تا کہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس

وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کردی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔ اگر (اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا) (سورۂ یوسف:42) والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے، جبکہ وہ غیراللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔'' (صحیحہ:1945)

رکوع نمبر:6

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ (43) ﴾

''اور بادشاہ نے کہا: ''بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں، اے سردارو! مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو۔'' (43)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا: ''بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا'' یعنی مصر کے بادشاہ نے کہا۔ (2) ﴿ اِنِّيْٓ اَرٰى ﴾ ''بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں'' یعنی میں خواب میں دیکھتا ہوں۔ (3) ﴿ سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ ﴾ ''کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں'' یعنی عجیب بات ہے کہ جن کی قوت ختم ہو رہی ہے، جو لاغر اور کمزور ہیں وہ ان کو کھا رہی ہیں جو مضبوط اور طاقت ور ہیں۔ (4) ﴿ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ﴾ ''اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں'' یعنی عجیب معاملہ ہے کہ سات سوکھی بالیاں ہیں جو کمزور ہیں، جن کی قوت ختم ہو چکی ہے وہ سات ہری بالیوں کو جو مضبوط ہیں، جن میں قوت ہے ان کو کھا رہی ہیں۔

سوال 2: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴾ ''اے سردارو! مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ ﴾ ''اے سردارو!'' بادشاہ نے بڑے بڑے سرداروں اور درباریوں کو جو اس کی سلطنت کے اہم افراد تھے، ان کو مخاطب کر کے کہا۔ (2) ﴿ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ ﴾ ''مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ'' یعنی مجھے اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر بتاؤ اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے؟ (3) ﴿ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴾ ''اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو'' اگر تم یہ بتا سکتے ہو کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے؟ (4) جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکالنا چاہا تو بادشاہ کو ایک عجیب و غریب خواب دکھایا۔ جس کی تعبیر تمام قوم

کومتاثر کرتی تھی تاکہ سیدنا یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام اس خواب کی تعبیر بتائیں اور یوں ان کا علم وفضل ظاہر ہو اور دین ودنیا میں ان کو رفعت حاصل ہو۔اس میں تقدیر کی مناسبت یہ ہے کہ بادشاہ نے جو رعایا کے تمام امور کا ذمہ دار ہوتا ہے، یہ خواب دیکھا، کیونکہ قوم کے مصالح کا تعلق بادشاہ سے ہوتا ہے۔اس بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس نے بادشاہ کو خوف زدہ کر دیا۔اس نے اپنی قوم کے اہل علم اور اصحاب الرائے کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا۔(تفسیر سعدی:1259/2)**(5)** بادشاہ کا خواب سیدنا یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام کے لیے رحمت اور خوش خبری بن گیا۔(تفسیر منیر:615/6)**(6)** اللہ تعالیٰ نے اس مختصر خواب کو عزت کے ساتھ اپنے نبی کی رہائی کا سبب بنا دیا۔(مختصر ابن کثیر:882/1)

﴿قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَ مَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ(44)﴾

''انہوں نے کہا:'' پریشان باتیں ہیں خوابوں کی اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں۔''(44)

سوال 1: **﴿قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ﴾** ''انہوں نے کہا:'' پریشان باتیں ہیں خوابوں کی اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: **﴿1﴾** **﴿قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ﴾** ''انہوں نے کہا:'' پریشان باتیں ہیں خوابوں کی'' **﴿اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ﴾** پریشان خواب جس کی کچھ تعبیر نہ دی جا سکے اصل میں اضغاث ضغث کی جمع ہے یعنی ایک مٹھی بھر گھاس تنکے وغیرہ اس سے ہے(سورہ ص میں) **﴿خُذۡ بِیَدِکَ ضِغۡثًا﴾** یعنی اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لے اور **﴿اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ﴾** میں ضغث کے یہ معنی مراد نہیں ہیں بلکہ پریشان خواب مراد ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)**(2)** ابوعبیدہ نے کہا: اضغاث سے مراد جس خواب کی کوئی تعبیر نہ ہو۔(قرطبی:139/5)**(3)** شاہ مصر نے اپنی سلطنت کے کاہنوں، نجومیوں اور بڑے بڑے لوگوں سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ پریشان خواب ہیں جس کی کوئی تعبیر نہیں۔یہ ان کی اس خواب کے بارے میں آخری رائے تھی۔**(4)** **﴿وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ﴾** ''اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں''، یعنی ہم تو صرف خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں۔رہے پریشان خواب جو شیطانی وسوسوں اور نفس کی خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں تو ہم ان کی تفسیر نہیں جانتے۔پس انہوں نے جہالت، حتمی رائے کہ یہ پریشان خواب ہیں اور خود پسندی کو ایک جگہ جمع کر دیا، کیونکہ انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم اس خواب کی تعبیر نہیں جانتے اور یہ ایسا رویہ ہے جو اہل دین اور عقل مندوں کو زیب نہیں دیتا، نیز یہ سیدنا یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی ہے، کیونکہ اگر شروع ہی سے، بادشاہ کے اعیان سلطنت اور ان کے علماء کے سامنے یہ خواب پیش ہونے اور ان کے اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہوئے بغیر، جناب یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام نے اس خواب بتائی ہوتی تو ان کی تعبیر اتنی وقعت نہ ہوتی۔مگر جب بادشاہ نے یہ خواب علماء اور اعیان سلطنت کے سامنے پیش کیا اور وہ اس کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے اور بادشاہ کو خواب نے بہت زیادہ فکر میں ڈال دیا تھا، پس جب سیدنا یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام نے اس خواب کی تعبیر بتا دی تو ان کے ہاں سیدنا یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام کی قدر اور

وقعت بہت بڑھ گئی۔ یہ اس واقعہ کی نظیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر علم کے ذریعے سے جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا، وہ جواب نہ دے سکے، پھر سیدنا آدم علیہ السلام سے سوال کیا۔ انہوں نے فرشتوں کو ہر چیز کا نام بتا دیا اور اس طرح فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوگئی۔ اسی طرح قیامت کے روز، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ہستی، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہوگی، اللہ تعالیٰ مخلوق کو الہام کرے گا اور تمام مخلوق جناب آدم علیہ السلام، پھر جناب نوح علیہ السلام، پھر جناب ابراہیم علیہ السلام، پھر جناب موسیٰ علیہ السلام اور پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کی درخواست کرے گی مگر وہ معذرت کر دیں گے، پھر تمام مخلوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی استدعا کرے گی جسے قبول کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ''ہاں میں شفاعت کروں گا، میں ہی اس کا مستحق ہوں'' اور یوں آپ تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے اور اس طرح وہ اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس پر اولین و آخرین رشک کریں گے۔ پاک ہے وہ ذات جس کا لطف و کرم مخفی ہے، اور وہ اپنے اولیاء و اصفیاء اور اپنے خاص بندوں کو نہایت دقیق طریقے سے اپنے فضل و احسان سے نوازتی ہے۔ (تفسیر سعدی:1260)

﴿وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ(45)﴾

''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا، اس نے کہا: ''میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا سو مجھے بھیج دو۔'' (45)

سوال: ﴿وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ﴾ ''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا، اس نے کہا: ''میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا سو مجھے بھیج دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا﴾ ''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی'' شاہ مصر نے جب درباریوں سے خواب کی تعبیر پوچھی تو ان میں سے ایک قید خانے کا قیدی بھی تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے۔ (2) ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ﴾ ''اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا'' اس شخص کو خواب یاد آ گیا اور یہ بھی کہ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھی تھی اور انہوں نے جو تعبیر بتائی تھی عملاً وہ وقوع پذیر ہو چکی تھی۔ (3) اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ آقا کے پاس ان کا تذکرہ کرے۔ (4) یہ مدت کئی سال کی تھی اور یہ تقریباً سات سال کا عرصہ تھا۔ (ایسر التفاسیر:681,680) (5) ﴿أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ﴾ ''میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا سو مجھے بھیج دو'' اس شخص نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجنے کا تقاضا کیا تاکہ وہ تعبیر پوچھ سکے اور انہوں نے اسے بھیج دیا۔

﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ(46)﴾

''یوسف! اے نہایت سچے! ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات

سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تا کہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تا کہ وہ جان لیں۔'' (46)

سوال: ﴿ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ ''یوسف! اے نہایت سچے! ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تا کہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تا کہ وہ جان لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اب قید خانے کا ساتھی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔**(2)** ﴿ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ ﴾ ''یوسف! اے نہایت سچے!'' یعنی اے یوسف اے علم میں بہت سچے! اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو صدیق ان کی صداقت کے اعلیٰ مرتبہ کی وجہ سے کہا تھا اور یہ صدق کا انتہائی مقام ہے جیسے سیدنا ابوبکر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب دیا۔ اور اسی وجہ سے رب العزت نے مومنوں کا نام بھی صدیق رکھا۔ ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں۔ (الحدید:19) **(3)** سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو سچا لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو جھوٹا لکھا جاتا ہے۔ (مسلم:2607، بخاری:6094) **(4)** یعنی اپنے اقوال و افعال میں بہت ہی سچے شخص۔ (تفسیر سعدی:2/1260، 1261) **(5)** ﴿ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ ''ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تا کہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تا کہ وہ جان لیں'، وہ شخص بادشاہ کا خواب بتاتا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام تعبیر دیتے ہیں وہ اس کی بھول پر اسے کچھ نہیں کہتے، نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ رہائی کے بعد تعبیر بتادوں گا۔ **(6)** کیونکہ اس خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ جناب یوسف علیہ السلام نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ شادابی کے سالوں کے دوران قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں کیسے تیاری کرنی چاہیے اور کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ فِي سُنبُلِهِ ﴾ کیونکہ اس سے غلہ زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتا ہے اور تلف ہونے کا امکان بعید تر ہوتا ہے۔ ﴿ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴾ شادابی کے ان دنوں میں اپنی خوراک کا اس طرح انتظام کرو کہ کم سے کم خوراک استعمال کرو، تا کہ زیادہ سے زیادہ خوراک کا ذخیرہ کر سکو، جس کا فائدہ اور وقعت زیادہ ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2/1261) (7) خواب کی تعبیر یہ تھی کہ سات موٹی تازی گایوں اور سات ہری بالیوں سے سات آئندہ سالوں کی سرسبزی و شادابی کی طرف اشارہ ہے اور سات لاغر اور کمزور گایوں اور سات سوکھی بالیوں سے شادابی کے بعد آنے والی خشک سالی

اورقحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے۔اس تعبیر کا پہلو غالبًا یہ ہے۔۔اللہ اعلم۔۔ چونکہ کھیتی کا دارومدار شادابی اور خشک سالی پر ہے، جب شادابی آتی ہے تو کھیتوں اور فصلوں کو طاقت ملتی ہے، وہ خوش نما نظر آتی ہیں، غلے کی بہتات ہوتی ہے، قحط سالی میں کھیتوں کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔گیہوں کی بالیاں سب سے اچھی اور سب سے بڑی خوراک لئے ہوئے ہوتی ہیں، وجود مناسبت کی بنا پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کی۔(تفسیر سعدی:1261/2)

﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ(47)﴾

''اس نے کہا:''تم سات سال تک لگا تار کھیتی باڑی کروگے تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے۔''

(47)

سوال: ﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾''اس نے کہا:''تم سات سال تک لگا تار کھیتی باڑی کروگے تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا﴾''اس نے کہا:''تم سات سال تک لگا تار کھیتی باڑی کروگے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ قحط دور کرنے کی تدبیر بھی بتادی جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ لوگ قحط سے بچ سکتے تھے۔**(2)** سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سالوں میں جتنا غلہ اگاؤ گے۔**(3)** ﴿فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ﴾''تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو'' اپنی ضرورت کے مطابق بالیوں سے الگ کر کے باقی غلے کو بالیوں میں ہی محفوظ کر لینا تاکہ ضرورت سے زیادہ اناج کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکے۔**(4)** بالیوں میں رکھنے کی وجہ سے غلہ زیادہ عرصے تک باقی رکھا جا سکتا ہے اور اس کے ضائع ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔**(5)** ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾''مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے نصیحت کی کہ استعمال کے لیے بھی کم سے کم نکالو تاکہ زیادہ غلے سے قحط کے دنوں میں فائدہ اٹھا سکو جو کہ لگا تار سات سال ہیں۔یہی سات سال دبلی گائے ہیں جو موٹی گایوں کو کھا جائیں گی کیونکہ جو کچھ آپ لوگ ان سالوں میں جمع کروگے وہ ختم ہو جائے گا۔

﴿ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ(48)﴾

''پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا، اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے۔''(48)

سوال: ﴿ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴾''پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا، اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ﴾'' پھراس کے بعد سات سخت سال آئیں گے''یعنی ان سرسبز وشاداب سات سالوں کے بعد۔ (2)﴿ سَبْعٌ شِدَادٌ ﴾'' سات سخت سال''خشک سالی کے سات سال آئیں گے۔(3)﴿ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ ﴾'' جوسب کچھ کھا جائیں گے جوتم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا''ان سالوں میں کچھ بھی نہیں پیدا ہوگا بلکہ وہ سال وہ سب کچھ کھا جائیں گے جو آپ نے ذخیرہ کیا ہوگا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔(4)﴿ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ﴾'' اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے''یعنی وہ قلیل مقدار رہ جائے گی جوتم اگلی فصل کے لیے بیج کے طور پر رکھو گے۔(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کی کہ اے اللہ! ان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا سا قحط نازل فرما۔ چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ کوئی چیز نہیں ملتی تھی اور وہ ہڈیوں کے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔لوگوں کی اس وقت یہ کیفیت تھی کہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھتے تھے تو بھوک وپیاس کی شدت سے دھواں سا نظر آتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' تو آپ انتظار کیجئے اس روز کا جب آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو''اور فرمایا'' بے شک ہم اس عذاب کو ہٹالیں گے اور تم بھی (اپنی پہلی حالت پر) لوٹ آؤ گے۔''(صحیح بخاری:4693)(6) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عذاب سے یہی قحط کا عذاب مراد ہے کیونکہ آخرت کا عذاب کافروں سے ٹلنے والا نہیں ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

﴿ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ(49) ﴾

'' پھراس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے۔''(49)

سوال:﴿ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴾'' پھراس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ ﴾'' پھراس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ قحط کے سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں خوب بارشیں ہوں گی۔(2)﴿ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴾'' جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے''اس سال بہت کثرت سے بارشیں ہوں گی ، بہت غلہ، زیتون اور انگور پیدا ہوں گے جو ان کی ضروریات سے زیادہ ہوں گے حتیٰ کے وہ زیتون اور انگوروں سے تیل اور رس نچوڑیں گے۔اس سال میں جانور بھی خوب دودھ دیں گے۔

رکوع نمبر:7

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ(50) ﴾

''اور بادشاہ نے کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ!'' پھر جب قاصد اس کے پاس آیا تو اس نے کہا: ''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟ یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے۔''(50)

سوال: ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴾'' اور بادشاہ نے کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ!'' پھر جب قاصد اس کے پاس آیا تو اس نے کہا: ''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟ یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'' اور بادشاہ نے کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ!'' عزیز مصر نے عجیب خواب کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کی زبانی سنی تو ان کی فضیلت اور علم تعبیر میں ان کی معلومات اور مہارت، ان کا رعایا کی خیر خواہی کا جذبہ اسے متاثر کر گیا۔ بے ساختہ بادشاہ نے کہا: اسے قید خانے سے نکال کر میرے پاس لاؤ۔ ایسے شخص کی تو بادشاہ کو ضرورت ہے جو ایسے سخت حالات میں مخلصانہ مشورے دے۔ (2) ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ ﴾'' پھر جب قاصد اس کے پاس آیا'' پھر جب شاہ مصر کا قاصد سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس آیا۔ (3) ﴿ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ ﴾'' تو اس نے کہا: ''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ'' بادشاہ کے بلاوے پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے قاصد سے کہا کہ آپ واپس جاؤ اور میرا پیغام پہنچاؤ۔ (4) ﴿ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ﴾'' سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنا مطالبہ سامنے رکھا کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کریں جس کی پاداش میں جیل بھیجا گیا جب تک اس سے بری نہ ہو جاؤں، جب تک لوگوں پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مجھے جرم کی وجہ سے نہیں ظلم سے قید کیا گیا اس وقت تک قید خانے سے باہر نہیں آؤں گا۔ ان عورتوں کو بلوا کر تحقیق کریں جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ ان سے پوچھا جائے کہ آخر سچ کیا تھا؟ اور یوسف علیہ السلام کا قصور کیا تھا؟ **(5)** یوسف علیہ السلام نے قاصد کو تحقیق کروانے کا پیغام دے کر بھیجا یہ ان کی عقل، صبر اور دلائل کی پختگی کا ثبوت ہے۔ **(6)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں (محمد ﷺ) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا اور جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: ﴿ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴾'' سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے

جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے تھے؟''یقیناً میرا رب ان کے مکر سے واقف ہے۔(یوسف:50)اوراللہ تعالیٰ سیدنا لوط علیہ السلام پر رحمت کرے،وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارالینا چاہتے تھے۔جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾'' کاش تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا!''(ہود:80)سوان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔''(الصحیحۃ:1867) (7)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام ، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے ، کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے(جیل سے) باہر نکل آتا۔پس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے،ان کے پاس آدمی آیا تاکہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے،جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔اگر'' اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا''(سورۂ یوسف:42)والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے،جبکہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔''(صحیحہ:1945)(8)﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾''یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے''یعنی میرا رب تو ان کے فریب سے واقف ہے۔وہ ضرور مجھے اس حالت سے نکال دے گا۔

﴿قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ(51)﴾

''بادشاہ نے کہا:'' تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی''انہوں نے کہا:'' اللہ کی پناہ!اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی۔''عزیز کی بیوی نے کہا:'' اب حق کھل گیا ہے، میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی۔اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے۔''(51)

سوال1: ﴿قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾''بادشاہ نے کہا:'' تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی''انہوں نے کہا:'' اللہ کی پناہ!اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''بادشاہ نے کہا''شاہ مصر نے عزیز کی بیوی اور ان تمام عورتوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا۔(2)﴿مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾'' تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی''یعنی اس معاملے کی کیا حقیقت ہے جب نے تم یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی کیا تم لوگوں نے اس میں کوئی برائی دیکھی تھی؟(3)﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا

عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اللہ کی پناہ! اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی''عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا اقرار کیا اور کہا حاش للہ۔ (4)حاش حاشا(الف کے ساتھ)اس کا معنی پاکی بیان کرنااوراستثناء کرنا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)(5)﴿ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ﴾ ''اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی''انہوں نے کہا ہم نے اس میں کوئی برائی، کوئی عیب نہیں دیکھا۔وہ الزام سے بری اور بے گناہ ہیں۔

سوال2:﴿ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''عزیز کی بیوی نے کہا: ''اب حق کھل گیا ہے، میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ﴾ ''عزیز کی بیوی نے کہا: ''اب حق کھل گیا ہے، میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی''سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں جب عورتوں نے گواہی دی تو عزیز مصر کی بیوی کے الزام کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔(2)عزیز کی بیوی نے عورتوں کی گواہی سن کر کہا۔اب صحیح بات ظاہر ہوگئی ہے۔(3)﴿ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے''ہم ہی نے انہیں ان کی مرضی کے خلاف بہکانا چاہا اور وہ تہمت لگائی جو ان کی قید کا سبب بنی اور یوسف علیہ السلام نے جو کچھ بتایا تھا وہ سچ تھا۔(4)یعنی یوسف علیہ السلام اپنے اقوال اور اپنی براءت کے دعوے میں سچے ہیں۔(تفسیر سعدی:1263/2)

﴿ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ (52) ﴾

''یہ اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا۔''(52)

سوال1:﴿ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ ﴾ ''یہ اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ''عزیز مصر کی بیوی نے اس موقعے پر کہا کہ حق یہ ہے کہ میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی۔(2)﴿ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ ﴾ ''اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی''یعنی میں نے یہ اقرار اس لیے کیا ہے تاکہ میرا شوہر جان لے کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش ضرور کی مگر اس کے پیچھے اس کی عدم موجودگی میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔میں نے عزیز مصر کے بستر کو خراب نہیں کیا۔(3)اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یوسف علیہ السلام ہوں، یعنی تاکہ یوسف علیہ السلام جان لے کہ وہ سچا ہے اور میں نے ہی اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔جب وہ میرے پاس موجود نہیں تھا تو میں

نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔(تفسیر سعدی:1263/2)

سوال2: ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىِٕنِیْنَ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا'' یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کار کی چال کو چلنے نہیں دیتے اور نہ اس کی کوشش کے لیے راہ نمائی کرتے ہیں۔(المحرر الوجیز:253/3) **(2)** یہ لازمی امر ہے کہ خائن کی خیانت اور اس کی سازش کا وبال آخر کار اسی کی طرف پلٹے گا اور حقیقت حال ضرور واضح ہوگی۔(تفسیر سعدی:1263/2)

﴿وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(53)﴾

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے، یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(53)

سوال 1: ﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ﴾ ''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی'' عزیز مصر کی بیوی نے اعتراف کیا کہ میں اپنے نفس کو بری الذمہ قرار نہیں دیتی۔ میں نے برائی کا ارادہ کیا، میں نے یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی۔ میں نے ان کے ساتھ برائی کی شدید خواہش رکھی میں نے ہی سازشیں کیں اور انہیں قید خانے بھجوایا۔ ہاں وہ میں تھی جس نے یوسف علیہ السلام کی پاک زندگی کو داغ دار کرنے کی کوشش کی، جس نے ان کی متاع گراں بہا، عمر عزیز کے قیمتی سال قید خانے کی نذر کر دیے۔ میں اپنے آپ کو بری نہیں کہتی۔ **(2)** اس کلام کا عزیز کی بیوی کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے۔(ابن کثیر:4/3) **(3)** ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے'' یعنی انسانی نفس برائی پر آمادہ کرتا ہے۔(ایسر التفاسیر:683) **(4)** نفس امارہ سے مراد وہ نفس ہے جو شہوات کی طرف مائل رہتا ہے۔(سمرقندی:205/2) **(5)** یعنی نفس انسان کو بہت کثرت سے برائی، یعنی بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں کا حکم دیتا ہے۔ نفس شیطان کی سواری ہے اور شیطان نفس کے راستے سے انسان میں داخل ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1264/2) **(6)** رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال فرمایا کہ ایسے رفیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا حال یہ ہو کہ اگر تم اس کا اعزاز و اکرام کرو، کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ تو وہ تمہیں بلاء اور مصیبت میں ڈال دے، اور اگر تم اس کی توہین کرو، بھوکا ننگا رکھو تو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا،

آپ ﷺ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارا نفس جو تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی ساتھی ہے۔ (قرطبی)(7)نفس بنیادی طور پر انسان کے اندر دوقوتوں کو لیے ہوئے ہوتا ہے ایک غضب یعنی غصہ اور دوسری شہوت یعنی خواہشات۔یہ دو چیزیں نفس کے اندر ہوتی ہیں۔اگر عموماً دیکھیں تو نفس منفی انداز میں استعمال ہوتا ہے جیسے نفس امّارہ۔اگر عام طور پر نفس کے لفظ کو استعمال کریں کہ میرا نفس مجھے یہ کہتا ہے تو یہ نفس مثبت انداز میں استعمال نہیں ہوتا حالانکہ اس کا مثبت استعمال بھی ہے جیسے نفس مطمئنّہ۔اطمینان والی جان کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ بھی نفس ہی کا ہے لیکن دوقوتیں جو کام کرتی ہیں غضب اور شہوت کی، وہ نفس کی علامتیں ہیں۔ان چیزوں کا استعمال نفس کو یا تو امّارہ بنائے گا یا لوّامہ یا مطمئنّہ۔وہ دوقوتیں کون سی ہیں؟ قوت غضب اور قوت شہوت۔اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نفس بنیادی طور پر ان دو خصوصیات کی وجہ سے اپنے کمال کو بھی پہنچتا ہے اور اس کو زوال بھی آتا ہے۔مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ ایک انسان کے دل پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے اور وہ ایسے غصے میں آتا ہے جس کو وہ کنٹرول نہیں کرسکتا۔اس غصے پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے اس سے برائیاں سرزد ہوتی ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے اپنے نفس کو ابلیس کے ہاتھ میں دے دیا، سونپ دیا۔اب برائی کا حکم ہے جو اس کی جانب سے آرہا ہے کیونکہ انسان یا تو اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرسکتا ہے یا شیطان کے۔جب انسان کے اندر غضب کی آگ بھڑکتی ہے تو اس کی وجہ سے وہ شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے جس سے وہ کھیلتا ہے اور ایسے ہی خواہشات کی محبت کا معاملہ ہے۔انسان کی خواہشات سے شیطان کھیلتا ہے اور خواہشات کی وجہ سے اسے رب کے راستے سے دور لے جاتا ہے۔نفس کی تین اقسام ہیں: نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنّہ۔نفس امّارہ سرکش نفس ہے جو اپنے غضب کو، شہوت کو کنٹرول نہیں کرتا اور لوّامہ وہ ہے جو غضب اور شہوت کی قوتوں کو کبھی صحیح استعمال کرلیتا ہے، کبھی غلط اور جب غلط استعمال ہوتا ہے تو اس پر پچھتاوا ہوتا ہے۔جب صحیح جگہ پر استعمال نہیں ہوتا تب بھی اسے پچھتاوا ہوتا ہے۔(نفس، روح، قلب، عقل)

سوال2: نفس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نفس انسانی کی تین قسمیں ہیں: (1)نفس مطمئنہ: اطمینان والی جان، جو نفس اپنی اصل پر لوٹ آئے، مطمئن ہو جائے۔(2)نفس لوّامہ: غلطی کرنے والا نفس، جو نیکی کرنا چاہتا ہے لیکن غلطی کر بیٹھتا ہے اور پھر پچھتاتا ہے۔حسرت، ندامت اور افسوس اس نفس کا خاصہ ہے۔یہ ملامت کرنے والا نفس ہے۔(3)نفس امّارہ: سرکشی کا حکم دینے والا نفس، فطرت کے بالکل خلاف، انسانیت سے بالکل متضاد دوسرے کنارے پر جاکے کھڑا ہونے والا، اپنے ربّ کے حکم سے سرتابی کرنے والا۔اگر لفظ سرکش کو دیکھیں تو ''کش'' کا مطلب ہے ''اٹھانا'' اور سرکش وہ ہے جو اپنے ربّ کے سامنے سر اٹھالیتا ہے۔اگر ہم اسے نفس امّارہ کہیں تو یہ وہ نفس ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے، جہاں سے ہر وقت وسوسے اور شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔انسان ہر وقت ایک مسئلے، ایک آزمائش کا شکار رہتا ہے اور اس کا دل رب کی بات پر نہیں ٹھہرتا۔نفس کی تین اقسام ہیں۔یہ بنیادی طور پر ایک سفر ہے۔یہ سفر کیسے جاری رہتا ہے؟ ایک **cyclical process** ہے۔

ایک طرف تو انسان نفس امّارہ سے نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ تک کا سفر کر سکتا ہے اور دوسری طرف نفس مطمئنہ سے نفس لوّامہ اور نفس امّارہ کا سفر کر لیتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر کی قوت ہے۔اگر تقویٰ کی قوت بڑھتی جائے تو یہ سفر نفس مطمئنہ کی جانب ہے اور اگر فجور کی قوت بڑھتی جائے تو اس کا مطلب ہے تقویٰ کی قوت کمزور پڑ گئی۔فجور کی قوت بنیادی طور پر انسان کے اندر سرکشی کا جذبہ ابھارتی ہے اور انسان سے نفس امّارہ کی طرف کا سفر کرواتی ہے۔(ملامت سے اطمینان تک)

سوال3: نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ کے کیا کام ہیں؟

جواب:(1) نفس امّارہ: نفس امّارہ سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیتا ہے۔اس کا بنیادی کام فسوق ہے۔نفس امّارہ کی خصوصیات میں سے دوسری چیز شرک ہے۔(الاساس:2665,2666/5) **(2)** نفس لوّامہ: اس شخص کا نفس نفس لوّامہ ہوسکتا ہے اور ملامت کر سکتا ہے جو اپنے معاملات کو کم از کم اللہ تعالیٰ کے سپرد ضرور کر دے۔اس نے اسلام ضرور قبول کیا ہوا ہو، اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھ لے، اس کے اندر کی دنیا، اندر کے معاملات اور اندر کے احساسات یہ ہوں کہ میرا کوئی معاملہ میری وجہ سے نہیں بلکہ میرے ربّ کی وجہ سے سدھرے گا اس لئے میرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝﴾ میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی! اور میں قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی! (القیمۃ:2،1) **(3)** نفس مطمئنہ: نفس مطمئنہ کا معاملہ انسان کے اندر کب شروع ہوتا ہے؟ اطمینان والی جان کیا کام کرتی ہے کہ اس کے اندر اطمینان اترتا ہے؟ احسان۔جو انسان ربّ کی طرف نظریں لگانا سیکھ لے اور ربّ کی نظروں کو محسوس کرنا شروع کر لے یعنی امید اور خوف کے بین بین رہے تو اس کا نفس مطمئن ہونا شروع ہو جاتا ہے۔پھر وہ ربّ کی رضا پہ راضی رہنا شروع ہو جاتا ہے۔ربّ کے خوف سے اس کے ناپسندیدہ کام چھوڑنے شروع کر دیتا ہے۔یہ سفر ہے وصول الی اللہ کا، اطمینان کا، فطرت کا۔﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝﴾ اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔(سورۃ الفجر:27,30) آپ نے اپنی ذات کے لیے جو کام شروع کرنا ہے اس میں پہلی بات یہ ہے کہ تشخیص کریں۔آپ اس وقت کہاں ہیں؟ اور دوسری بات یہ کہ ٹارگٹ بنائیں جانا کہاں ہے؟ سفر کس طرف کو کرنا ہے؟ (ملامت سے اطمینان تک)

سوال4: کیا کام ہوتا ہے جس کی وجہ سے کوئی نفس نفس امّارہ بنتا ہے؟

جواب: نفس پر کون کام کرتا ہے؟ مثال کے طور پر اگر نفس امّارہ کو دیکھیں تو اس پر کس کا قبضہ ہوتا ہے؟ شیطان کا۔شیطان انسان سے کیا کام کرواتا ہے؟ جادو، فسق، نافرمانی کے کام اور انسان شیطانی اغوا کا شکار ہو جاتا ہے۔شیطان انسان کی سوچ handle کر لیتا ہے اور اس کے اندر کبر اور غرور بھر جاتا ہے جس کی وجہ سے دو خصوصیات پیدا ہوتی ہیں ظلم اور جہالت۔(ملامت سے اطمینان تک)

سوال5: نفس انسان کو کیسے بدی پرا کسا تا ہے؟

جواب: (1) انسان کا دشمن شیطان جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ انسان کو وسوسے ڈال کرا کسا تا ہے۔'' (بخاری) گویا وسوسہ ڈالنے کا عمل شر کا آغاز ہے۔ (ملامت سے اطمینان تک) **(2)** دل ایک قلعہ کی طرح ہے۔ اس قلعے کی بیرونی دیواریں ہیں اور اس میں دروازے لگے ہوئے ہیں۔ مزید اس میں شگاف اور رخنے بھی بنے ہوئے ہیں۔ اس قلعے میں عقل رہائش پذیر ہے اور فرشتے اس قلعے میں بکثرت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس قلعے کے باہر ایک طرف ایک اور پناہ گاہ بھی موجود ہے جس میں خواہش رہتی ہے۔ اس پناہ گاہ میں شیاطین بلا روک ٹوک آتے جاتے رہتے ہیں۔ اہل قلعہ اور اہل پناہ گاہ کے مابین لڑائی ہوتی رہتی ہے اور شیاطین مسلسل قلعے کے گردہ گرد قلعے کے محافظوں کی غفلت اور کسی شگاف کے ذریعے اندر داخل ہونے کی تلاش و فکر میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا قلعے کے محافظوں کو چاہیے کہ قلعے کے ان تمام دروازوں کی اور تمام شگافوں کی پوری پوری نگہبانی اور حفاظت رکھیں جن کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے اور ایک لحظہ اور لمحہ کے لیے بھی پہرے داروں کو پہرے داری اور نگہبانی سے سستی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ دشمن کسی وقت بھی سستی اور غفلت نہیں دکھارہا۔ **(3)** ایک آدمی نے حسن بصری سے دریافت کیا: کیا ابلیس بھی سوتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ سو جائے تو ہمیں راحت نہ مل جائے؟'' **(4)** یہ قلعہ ذکر سے منور اور ایمان سے روشن رہتا ہے۔ اس میں ایک ایسا پالش شدہ آئینہ نصب ہے جس میں ہر گزرنے والے کی تصویر با آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ **(5)** شیطان قلعے پر حملہ آور ہونے سے قبل بیرونی پناہ گاہ میں بیٹھ کر دھواں ہی دھواں بنادیتا ہے جس سے قلعے کی دیواریں کالی سیاہ ہوجاتی ہیں، اور آئینہ دھندلا جاتا ہے۔ کثرت غور وفکر سے وہ دھواں ختم ہوجاتا ہے اور ذکر الٰہی کی پالش سے آئینہ روشن اور صاف ہوتا ہے۔ **(6)** دشمن کے حملہ آور ہونے کے مختلف انداز ہیں: بعض اوقات تو وہ حملہ کرتے ہی قلعے میں داخل ہوجاتا ہے لیکن دروازے کے نگہبان اور محافظ اس پر بھرپور جوابی کارروائی کرکے اسے بھاگنے پر مجبور کردیتے ہیں، اور کبھی وہ قلعے میں داخل ہوکر حیران وسرگرداں ہی کر ڈالتا ہے، اور نگہبان کی غفلت کی بنا پر وہ اندر قیام بھی کر لیتا ہے، اور بعض اوقات دھوئیں کو چلانے والی اور دھکیلنے والی ہوا ہی تھم جاتی ہے، قلعے کی دیواریں کالی بھجنگ ہوجاتی ہیں۔ آئینہ دھوئیں سے اٹ جاتا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں شیطان اس طرح قلعے میں گھس جاتا ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات محافظ اپنی غفلت اور سستی کی بنا پر زخم خوردہ بھی ہوجاتے ہیں۔ اور قیدی بن کر ان کے آلہ کار بھی بن جاتے ہیں۔ اور شیطان ادھر قیام کرکے خواہش نفسانی کی موافقت میں کئی نئے حیلے بھی دریافت کرنے لگتا ہے یا اس کی مدد اور اعانت ہی کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات شر اور شرارت کا فقیہ ہی بن جاتا ہے۔ سلف میں سے کسی نے فرمایا ہے: میں نے شیطان کو دیکھا، اس نے مجھے یوں کہا: پہلے میں لوگوں کو ملتا تھا اور ان کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اب صورتحال اس کے برعکس ہوگئی ہے، کہ میں لوگوں کو ملتا ہوں لیکن میں خود ان سے سیکھتا ہوں۔ **(7)** بعض دفعہ شیطان کسی ہوشیار، باخبر، سمجھ دار آدمی پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے پاس خواہشات کی دلہن ہوتی ہے، جسے اس

نے بناؤ سنگھار اور میک اپ کیا ہوتا ہے۔ وہ سمجھ دار اور ذہین وفطین آدمی اس کو دیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اسی اثناء میں شیطان اسے اپنا قیدی بنا لیتا ہے۔ (8) شیطان کا سب سے مضبوط پھندا جس سے وہ اسیروں اور قیدیوں کو مضبوطی سے باندھتا ہے وہ جہالت ہے۔ درمیانے درجے کا پھندا خواہش نفسانی اور اس کا کمزور ترین حربہ غفلت ہے۔ جب تک ایمان والے پر ایمان کی زرہ رہتی ہے دشمن کا کوئی تیر بھی کارگر نہیں ہوتا بلکہ نشانے پر لگتا ہی نہیں ہے۔ (9) حسن بن صالح نے فرمایا ہے: ''شیطان بندے کے لیے نیکی کے ننانوے دروازے کھولتا ہے ان تمام سے شیطان برائی کا ایک دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔'' (10) اعمش بیان کرتے ہیں ہم سے اس آدمی نے بیان کیا جو جنوں سے باتیں کیا کرتا تھا، ان جنوں کا کہنا تھا: ہمارے لیے سنت کے پیروکار سے بڑھ کر کوئی آدمی زیر کرنا مشکل نہیں ہے۔ رہے یہ خواہش و ہوا کے صاحبان ہم تو ان سے جیسے چاہتے ہیں کھیلتے رہتے ہیں۔ (تلبیس ابلیس: ابن جوزی) (11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، مجھے اس پر غیرت آئی۔ پس آپ ﷺ تشریف لائے اور میرا حال دیکھا تو فرمایا: ''اے عائشہ! تجھے کیا ہوا؟ کیا تجھے غیرت آئی؟'' میں نے عرض کیا: ''مجھے کیا ہے کہ مجھ جیسی عورت کو آپ ﷺ جیسے مرد پر غیرت نہ آئے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس تیرا شیطان آیا؟'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے کہا: ''کیا ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں لیکن میرے ربّ نے اس کے خلاف میری مدد کی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔'' (صحیح مسلم: 7110) (12) سیدنا سمرہ بن فاکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے راستوں پر بیٹھتا ہے پھر اس کو اسلام کے راستے سے روکتا ہے اور اس کو کہتا ہے کیا تو مسلمان ہوتا ہے اور اپنے اور اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑتا ہے؟ پھر آدمی اس کی بات نہیں سنتا اور مسلمان ہو جاتا ہے اور اس کو ہجرت کے راستے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ تو ہجرت کرتا ہے اور اپنی زمین اور آسمان کو چھوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ مہاجر کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑا اپنے لم ڈور میں، پھر انسان اس کی بات کا انکار کرتا ہے اور ہجرت کرتا ہے۔ پھر اس کو جہاد سے روکتا ہے اور کہتا ہے تو جہاد کرتا ہے اور وہ جان اور مال کے لیے ایک آفت ہے۔ اب تو لڑے گا اور مارا جائے گا پھر لوگ تیری بیوی کا نکاح کر دیں گے اور تیرا مال بانٹ لیں گے، پھر انسان اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کام کیے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے اگر وہ مارا جائے یا اس کو سواری گرائے یا ڈوب کر مر جائے تو بھی اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں لے جائے۔ (سنن نسائی: 3139) (13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ رسول ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ہمارے دلوں میں وہ وہ خیال گزرتے ہیں کہ جن کا بیان کرنا ہم میں سے ہر ایک کو بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے (یعنی اس خیال کو کہہ نہیں سکتے کیونکہ معاذ اللہ! وہ خیال کفر یا فسق کا خیال ہوتا ہے جس کا منہ سے نکالنا مشکل معلوم ہوتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو ایسے وسوسے ہوتے

ہیں؟لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو عین ایمان ہے۔(مسلم)

سوال 6: اگر کوئی نفس امارہ سے نفس لوامہ تک کا سفر کرنا چاہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: (1) ایسے انسان کو بہت شدید اور بہت سخت قسم کا مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان غلطیوں کو معاف کیا ہے جن کا صرف دل میں وسوسہ گزرے یا دل میں اس کے کرنے کی خواہش پیدا ہو۔مگر ان کے مطابق عمل نہ ہوا اور نہ بات کی ہو۔(صحیح بخاری:6664) **(2)** نبی ﷺ سے وسوسے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو محض ایمان ہے۔(خالص ایمان)(صحیح مسلم:342) **(3)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ **فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا** ﴾ پھر اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس کے دل میں ڈال دیا۔(الشمس:8) **(4)** نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا تھا گناہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ'' جو تیرے سینے میں کھٹک پیدا کردے جسے تم لوگوں کے سامنے کرنے سے کتراؤ اور اکیلے میں کرلو''۔(مسلم:6516) **(5)** یہاں پر دو باتیں پتہ چلتی ہیں کہ: **(الف)** کھٹک انسان کو پہلے آگاہ کرتی ہے۔ **(ب)** انسان اجتماعی ماحول کے اندر ایسا کام کرنے سے گریز کرتا ہے۔یعنی ماحول اس کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے، دوسرے انسان اندر سے اٹھنے والے سوال کا جواب دے سکتا ہے، اس پہ کان دھر سکتا ہے لیکن جس وقت وہ اس پر کان نہیں دھرتا، دبا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس دبانے کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴾ ''اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔''(الشمس:10) **(6)** جس نے اندر سے اٹھنے والی نیکی کی اس پکار کو، کھٹک کو دبا دیا وہ نامراد ہوگیا، اسی طرح سے دوسرا رویہ بھی انسان اختیار کرسکتا ہے، اگر انسان عین اس موقع پر، اس کھٹک پر محتاط ہو جاتا ہے اور برائی کرنے سے رک جاتا ہے تو یہ رکنا کیا ہے؟ اپنے آپ کو برائی سے پاک کرنا۔تزکیہ کرنا۔ اسی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴾ یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اسے پاک کیا۔(الشمس:9) کھٹک پیدا ہوئی اور انسان نے اس کھٹک کی وجہ سے اپنے آپ کو برائی سے پاک کرلیا تو وہ کامیاب ہے۔آپ نے کس طرح سے اس نفس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا ہے؟ بڑی بات تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے دو بڑے خاص راستے ہیں۔ **(7)** پہلی چیز جیسے رب العزت نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا کہ اگر نفس اکسائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔ ﴿ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ابھار دے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔(الاعراف:200) **(8)** دوسری چیز: اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنا مسنون طریقے سے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے مدد مانگی، نبی ﷺ اپنے اکثر خطبات کے آغاز میں نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے آپ ﷺ کے الفاظ ہیں کہ: وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا'' اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے برے اعمال کے شر سے'' اور اسی طرح سے نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ أَرْجُوْ فَلَاتَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَأَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّہٗ لَااِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ'' اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پھر مجھے میرے

نفس کے حوالے ایک لمحے کے لیے نہ کرنا۔ میرے حالات کی اصلاح کر دینا تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' (ابوداؤد:5090)

سوال 7: ﴿ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ﴾ ''مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: **(1)** یعنی انسان کا نفس تو شیطان کی سواری ہے۔ شیطان نفس کے راستے ہی انسان کے اندر داخل ہوتا ہے مگر جس پر رب کی رحمت ہو۔ **(2)** یعنی جسے رب تزکیہ کی توفیق دے دے اور نفس کی تطہیر کے لیے ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دے دے تاکہ نفس امارہ، نفس مطمئنہ بن جائے وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (ایسر التفاسیر:684,683) **(3)** یعنی اسے اس کے نفس امارہ سے نجات دے دے اور اس طرح اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جائے۔ ہلاکت کے داعی کی نافرمانی کر کے ہدایت کے داعی کی آواز پر لبیک کہے۔ اس میں نفس کا کوئی کمال نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر بے انتہا فضل و کرم اور اس کی بے پایاں رحمت ہے۔ (تفسیر سعدی:1264/2) **(4)** یعنی جس پر میرا رب رحم کرے اور اس کو بچالے تو وہ نفس کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اس کا مقابلہ کرتا ہے اسی جہادِ نفس کی وجہ سے اس کو ملائکہ پر برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ (تفسیر مظہری:109/6)

سوال 8: ﴿ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ ''یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: **(1)** ﴿ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ ﴾ ''یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے'' جو بھی نادم ہو کر رب کے سامنے جھک جائے وہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ **(2)** وہ غفور ہے توبہ کر کے لوٹ آنے والے کو بخش دیتا ہے۔ **(3)** ﴿ رَّحِیْمٌ ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے اور اسے نیک اعمال کی توفیق عطا کر کے اس پر رحم کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں قرین صواب یہی ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے یوسف علیہ السلام کا نہیں، کیونکہ یہ بات عورت کے کلام کے سیاق میں آئی ہے اور یوسف علیہ السلام تو اس وقت قید میں تھے۔ (تفسیر سعدی: 1264, 1265/2) **(4)** یہ انقلاب، انسان کی ذات میں اس کے بطون میں اندھیرے کا نور سے بدل جانا صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے۔ یہ عورت مومن بن چکی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ وہ رب جس نے مجھے ڈوبنے سے اس وقت بچایا جب میں ڈوبنے کے بالکل قریب تھی، واقعی خطاؤں کا بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (تعارف الفرقان:88) **(5)** یہاں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عزیز مصر کی بیوی جناب یوسف علیہ السلام کے شب و روز سے بے خبر نہ تھی وہ ہر لمحے کی خبر رکھتی ہوگی۔ اسے یہ خبر بھی مل چکی تھی کہ جناب یوسف زنداں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی، توحید کی اور تقویٰ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ اس دعوت پر ایمان لے آئی اور ''ہیت لک'' کہنے والی یہ کہنے لگی: ﴿ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ جب گناہ گار یہ لفظ کہتا ہے تو سارے وجود کی صداقت ان میں سمٹ آتی ہے۔ یقیناً عزیز مصر کی بیوی توبۃ النصوح کر چکی تھی اور اللہ تبارک و تعالیٰ یہاں یہی بتانا چاہتا ہے۔ (تعارف الفرقان:88) **(6)** ﴿ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ سے بندے اور رب کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے کہ بندہ کیسے خطائیں کرتا ہے، گناہوں میں آلودہ ہو جاتا ہے لیکن رب کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ (54) ﴾

''اور بادشاہ نے کہا: ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کرلوں۔'' پھر جب اس نے اس سے بات کی تو کہا: ''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانت دار ہیں۔'' (54)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا: ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کرلوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ﴾ شاہ مصر نے تحقیق کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام کو بلانے کے لیے قاصد سے کہا۔ (2) ﴿ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ﴾ ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کرلوں'' جب بادشاہ پر سیدنا یوسف علیہ السلام کا علم، ان کے کردار کی بلندی اور پاک دامنی واضح ہوگئی تو اس نے انہیں بلوایا تاکہ وہ انہیں اپنا ذاتی دوست اور مشیر بنالیں۔ شاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو عزت اور احترام کے ساتھ لانے کا حکم دیا۔

سوال 2: ﴿ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴾ '' پھر جب اس نے اس سے بات کی تو کہا: ''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانت دار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ ﴾ '' پھر جب اس نے اس سے بات کی'' شاہ مصر نے جب یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو اس نے یوسف علیہ السلام کی فراست، دانائی، دور اندیشی، علم، کمال اور حسن اخلاق کو پہچان لیا تھا۔ اس لیے انہیں اپنا خاص مشیر بنانا چاہتا تھا۔ (2) ﴿ قَالَ ﴾ ''کہا'' شاہ مصر کے نزدیک سیدنا یوسف علیہ السلام کی قدر و منزلت اور وقعت زیادہ ہوگئی تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا۔ (3) ﴿ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴾ ''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانت دار ہیں'' آپ ہمارے یہاں عزت واحترام والے، بلند مرتبہ اور معتبر ہیں۔ آپ ہمارے رموز مملکت کے اور رازوں کے امین ہیں۔

﴿ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (55) ﴾

''یوسف نے کہا: '' مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔'' (55)

سوال 1: ﴿ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''یوسف نے کہا: '' مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ﴾ ''یوسف نے کہا: '' مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے کہا اگر آپ مجھے امین اور عزت واحترام کے قابل سمجھتے ہیں تو مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجئے۔ (2) میں امین ہونے کی وجہ سے

اپنی اس ذمہ داری کو پوری امانت اور دیانت سے ادا کروں گا۔ میں خزانوں کی نگرانی بھی کروں گا اور اپنے علم کے مطابق ایسی تدابیر اختیار کروں گا جس کی وجہ سے قحط کی تباہیوں سے مصر کو بچائیں گے۔(3)لفظ ﴿خَزَآئِنِ الْاَرْضِ﴾ زمین کے خزانے سے مراد روپیہ اور غلوں کے خزانے نہیں ہیں بلکہ سلطنت کے تمام ذرائع آمدنی و پیداوار ہیں۔قرآن حکیم میں خزائن کا لفظ عموماً اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہے" وللہ خزائن السموات والارض"(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:291/1)(4)سیدنا یوسف علیہ السلام نے عوام کے فائدے کے لیے بادشاہ سے مطالبہ کیا سیدنا یوسف علیہ السلام بادشاہ کے خواب کی تعبیر کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ عنقریب قحط سالی کے دن آنے والے ہیں اور ان دنوں کے لیے مناسب انتظامات کرنے کی ضرورت ہے سوانہوں نے خزانے اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش ظاہر کی۔(5)﴿اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾"یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا،خوب جاننے والا ہوں"یعنی جس چیز کا آپ مجھے نگران بنائیں گے میں اس کی حفاظت کروں گا اس میں سے کچھ بھی بے محل استعمال ہو کر ضائع نہیں ہو گی، میں ان محاصل کے داخل خارج کو منضبط کر سکتا ہوں میں ان کے انتظام کی کیفیت کا پور اعلم رکھتا ہوں۔میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ کسے عطا کرنا ہے کسے محروم رکھنا ہے اور ان میں تصرفات کی پوری طرح دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف سے اس عہدے کا مطالبہ،عہدے کی حرص کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ نفع عام میں رغبت کی وجہ سے تھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بارے میں اپنی کفایت اور حفظ وامانت کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ لوگ نہیں جانتے تھے۔بنابریں سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کے انتظام پر مقرر کر دے۔چنانچہ بادشاہ نے انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کا والی اور منتظم مقرر کر دیا۔(تفسیر سعدی:1265/2)(6)ان دولفظوں میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان تمام اوصاف کو جمع کر دیا جو ایک وزیر خزانہ میں ہونے چاہئیں کیونکہ پہلی ضرورت تو امین خزانہ کے لئے اس کی ہے کہ وہ سرکاری اموال کو ضائع نہ ہونے دے اور دوسری ضرورت اس کی ہے کہ جہاں جس قدر خرچ کرنا ضروری ہے،اس میں نہ کوتاہی کرے۔(معارف القرآن:88,89/5)(7)سیدنا یوسف علیہ السلام نے عہدے کی طلب اس لئے کی تا کہ وہ ملک میں احکام الٰہیہ کا اجراء کریں،حق کو قائم کریں،عدل کا بول بالا کریں اور ان مقاصد کی تکمیل کریں جن کے لیے انبیاء کرام مبعوث کیے جاتے ہیں۔(انوارالبیان:105/3)(8)سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امیر بننے کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر تیرے سوال کرنے پر امارت تیرے سپرد کر دی گئی تو تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا (یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو جانے اور وہ جانے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری مدد نہ ہوگی)اور اگر تجھے بغیر سوال کے امارت دے دی گئی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی۔(بخاری)(9)جب انسان کو اپنی اہلیت پر اعتماد و یقین ہو اور کوئی دوسرا شخص قومی امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو اپنے آپ کو عہدہ کے لئے پیش بھی کر سکتا ہے۔(ابن کثیر)(10)صحابہ کرام سیدنا علی اور معاویہ اور سیدنا حسین اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہم کے جو اختلافات پیش آئے وہ سب اسی پر مبنی تھے کہ ان میں ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اس وقت فرائض خلافت کو میں اپنے مقابل سے زیادہ حکمت وقوت کے ساتھ پورا کر سکوں گا، جاہ و مال کی طلب کسی کا مقصد اصلی نہ تھا۔(معارف القرآن:91/5)(11)کا فر

یا فاسق حکمران کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا خاص حالات میں جائز ہے لیکن امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ ''فلن اکون ظھیرا..'' کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت کی رو سے ظالموں، کافروں کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ (معارف القرآن:91/5)

﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (56) ﴾

''اور اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا وہ اس میں جگہ بنا تا تھا جہاں چاہتا تھا ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔'' (56)

سوال 1: ﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ﴾ ''اور اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا وہ اس میں جگہ بنا تا تھا جہاں چاہتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَكَذٰلِكَ ﴾ ''اور اس طرح'' یعنی ان اسباب اور تدابیر کی وجہ سے۔ (2) ﴿ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے اقتدار کا راستہ ہموار کیا گیا: **(الف)** سیدنا یوسف علیہ السلام کو الزام سے بری کر دیا گیا۔ **(ب)** بادشاہ کے دل میں ان کی قدر و منزلت پیدا کی گئی۔ **(ج)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے طلب کردہ عہدے پر انہیں فائز کر دیا گیا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کے ذریعے سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے مصر کی سرزمین میں قدم جمانے ممکن کر دیے۔ (4) ﴿ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ﴾ ''وہ اس میں جگہ بنا تا تھا جہاں چاہتا تھا'' اب انہیں اختیار تھا کہ وہ ملک میں جو چاہیں کریں، جہاں چاہیں رہیں۔ ایک وہ دور تھا کہ قید خانے میں زندگی محبوس تھی اور یہ دوسرا دور تھا جس میں سارا ملک، سارے خزانے ان کے قبضے میں تھے یوں وہ نعمتوں اور جاہ و جلال میں رہنے لگے۔ (5) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر میں ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے اور وہ ایک کافر بادشاہ کے وزیر اور ملازم نہ تھے۔ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ (ریان بن ولید) نے از خود ہی زمام حکومت ان کے سپرد کر دی ہو۔ (روح المعانی) (اشرف الحواشی:291/1)

سوال 2: ﴿ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ ''ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1): ﴿ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ﴾ ''ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں'' یعنی ہمارے احسان اور رحمت اور نعمت کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو یہ مقام ملا۔ (2) اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے، اپنی رحمت اور احسان سے جس پر چاہتے ہیں رحمتیں فرماتے ہیں۔ (3) یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کو نعمت نبوت، اسلام اور نجات عطا فرمائی۔ (ثمرقندی:206/2) **(4)** ''ہم اپنی رحمت سے جسے چاہتے ہیں نوازتے ہیں

''اس سے اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ زمین پر ہونے والی تبدیلیوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کام کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکال کر آسانیوں میں لاتے ہیں،خوف کے بدلے امن عطا کرتے ہیں،قید سے نکال کر آزادی دیتے ہیں،لوگوں کے دلوں میں جگہ بناتے ہیں، پریشانیوں کے بدلے خوشیاں عطا کرتے ہیں۔(5)﴿ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾''اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے''اللہ تعالیٰ نیک انسانوں کا صلہ برباد نہیں کرتے۔چونکہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے جلاوطنی اور عزیز مصر کی بیوی کی وجہ سے قید کی زندگی پر صبر سے کام لیا تھا،اس لیے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر پر حکمران بنا دیا۔اللہ تعالیٰ مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا شمار تو محسنین کے سرداروں میں ہوتا ہے۔(6)سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل کتاب میں سے ایک شخص سے،جو مسلمان ہو گیا تھا،سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی''اے داؤد مصیبت پر صبر کر تجھے میری طرف سے مدد پہنچے گی۔''میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان نے صبر کے ذریعے ہی خیر سے حصہ پایا ہے۔چاہے وہ نبی ہو یا کوئی اور ہو۔منتصر بن بلال انصاری کے اشعار ہیں:''کوئی بھی سخت دن ایسا نہیں(اگر چہ اس میں آنے والی مصیبت شدید ہو)جس کے بعد آسانی نہ آجاتی ہو اگر آدمی پر کسی دن ضرورت کا پورا کرنا مشکل ہو اور ضرورت اسے جکڑ لے تو وہ صبر کی چابی سے اسے کھولے۔''

﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ(57) ﴾

''اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں۔''(57)

سوال: ﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾''اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ﴾''اور یقیناً آخرت کا اجر بہت ہی بہتر ہے''یعنی آخرت کا اجر دنیا کی عطا سے بہتر ہے۔(2)یعنی ایسے ایمان اور تقویٰ والے آخرت میں بڑا ہی انعام واکرام پائیں گے،دنیا میں اقتدار و تصرف ملا اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ بیان سے باہر ہے۔سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:﴿ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ ﴾یہ ہماری عطا ہے سو احسان کر دیا روک رکھو،کوئی حساب نہیں ہے۔اور بلاشبہ اس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے۔(ص:39,40)(3)﴿ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾''ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے''یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کی۔(4)﴿ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں''یعنی وہ شرک سے بچتے رہے۔(5)یعنی جن لوگوں میں تقویٰ اور ایمان جمع ہے۔پس تقویٰ کے ذریعے سے حرام امور،یعنی کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ایمان کامل کے ذریعے سے ان امور میں تصدیق قلب حاصل ہوتی ہے جن امور کی تصدیق کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور فرض و مستحب،اعمال قلوب اور اعمال

جوارح،تصدیق قلب کی پیروی کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1266/2)**(6)**مطلب یہ ہے کہ آدمی کوآخرت کی کامیابی کے لیے اصل کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ دنیا کا جاہ جلال اورعزت وشہرت سب عارضی ہےاورآخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:687/1)

رکوع نمبر:8

﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ(58)﴾

''اور یوسف کے بھائی آئے، پھراس کے پاس داخل ہوئے تواس نے انہیں پہچان لیااور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے۔''(58)

سوال1:﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ﴾''اور یوسف کے بھائی آئے''مصر میں برادران یوسف کی آمد کا کیا سبب تھا؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں جب قحط کے دور کا آغاز ہواتو فلسطین بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا۔قحط کا اثر کنعان کے شہروں پر بھی پڑا جہاں یعقوب علیہ السلام رہتے تھے۔**(2)**سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب مصر کی وزارت سنبھالی تو اپنے حسن تدبیر سے پہلے سات سالوں میں اناج کومحفوظ رکھا۔پھر سات سالہ قحط کے دور میں انہوں نے غریبوں اور قحط زدہ لوگوں میں غلہ بانٹنا شروع کر دیا۔سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس اناج کے لیے دور دراز سے لوگ آتے تھے اور وہ انہیں قیمت لے کر غلہ دیتے تھے۔سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی بیٹوں کو اناج کے لیے مصر بھیجا۔یوں برادران یوسف علیہ السلام بھی قیمت لے کر دس اونٹوں پر سوار ہو کر مصر کی طرف چل پڑے۔سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔

سوال2:﴿فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾''پھراس کے پاس داخل ہوئے تواس نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ﴾''پھراس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا''جب دس بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے بھائیوں کو پہچان لیا۔**(2)﴿وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾**''اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے''برادران یوسف علیہ السلام انہیں پہچان نہ پائے کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا اس کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟**(3)**اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام کی عمر بھی چھوٹی تھی اور اب وہ مصر کے تخت سلطنت کے مالک بن جائیں گے، یہ بات تو بھائیوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔

﴿وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ(59)﴾

''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا تو کہا: ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔''(59)

سوال1: ﴿ **وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ** ﴾ ''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا تو کہا: ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ **وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ** ﴾ ''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کروا دیا جیسے وہ اناج ناپ کر دیتے تھے انہوں نے ہر بھائی کو ایک اونٹ غلہ دیا اور ان سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا ایک بھائی جنگل میں ہلاک ہو گیا تھا اور اس کا حقیقی بھائی ہے جو والد کے پاس ہے۔**(2)** ﴿ **قَالَ** ﴾ ''کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔**(3)** ﴿ **ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ** ﴾ ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے'' یعنی تم نے اپنے جس بھائی کا ذکر کیا ہے اسے ساتھ لے آنا۔**(4)** ﴿ **أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ** ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو رغبت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں میں پورا پورا غلہ دیتا ہوں۔**(5)** ﴿ **وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ** ﴾ ''اور میں بہترین مہمان نواز ہوں'' میں نے تمہاری عزت و اکرام سے مہمان نوازی کی ہے، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی تو اپنے بھائی کو ساتھ لے آنا اگر اس کے حصے کا غلہ چاہیے۔**(6)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' (صحیح بخاری:6018) **(7)** سیدنا ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا حق کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دن اور ایک رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے۔ پس جو اس کے علاوہ ہو، وہ صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری:6135)

سوال2: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا وعید ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ ﴾ ''ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔'' (المطففین:1)

﴿ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ (60) ﴾

''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا۔''(60)

سوال: ﴿ **فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ** ﴾ ''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے

کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِیۡ بِہٖ ﴾'' پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنا بھائی ساتھ نہ لانے کی صورت میں ڈراتے ہوئے ان سے کہی۔(2)﴿ فَلَا کَیۡلَ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ وَ لَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴾'' تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا''، یعنی بھائی کو نہیں لاؤ گے تو غلہ بھی نہیں ملے گا بلکہ تمہیں میرے پاس آنا ہی نہیں چاہئے۔(3) یہ بات سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس لئے کہی، کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ مصر ان کے پاس ضرور آئیں گے اور اپنے بھائی کو ساتھ لانے پر مجبور ہوں گے۔(تفسیر سعدی:1268/2)

﴿ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡہُ اَبَاہُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ (61) ﴾

'' انہوں نے کہا:'' ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں۔''(61)

سوال:﴿ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡہُ اَبَاہُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ ﴾'' انہوں نے کہا:'' ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡہُ اَبَاہُ ﴾'' انہوں نے کہا:'' ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے'' برادران یوسف علیہ السلام بولے ہم پوری طرح سے کوشش کریں گے کہ ہمارے والد بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔(2) اس آیت میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بنیامین سے محبت کی دلیل ہے اسی لیے برادران یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہم بنیامین کو لانے کی تدبیر کریں گے۔(3)﴿ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ ﴾'' اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں''، یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے بھائی کو لانے کا وعدہ کر لیا۔

﴿ وَ قَالَ لِفِتۡیٰنِہِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَہُمۡ فِیۡ رِحَالِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَعۡرِفُوۡنَہَاۤ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ (62) ﴾

'' اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا کہ ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دو تا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔''(62)

سوال 1:﴿ وَ قَالَ لِفِتۡیٰنِہِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَہُمۡ فِیۡ رِحَالِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَعۡرِفُوۡنَہَاۤ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴾'' اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا کہ ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دو تا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں، شاید وہ لوٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَ قَالَ لِفِتۡیٰنِہِ اجۡعَلُوۡا ﴾'' اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے واپس آنے کی ایک

اور تدبیر کی، انہوں نے اپنے غلاموں اور خادموں سے کہا۔(2)﴿ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ ﴾'' ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دو'' ان کی رقم چپکے سے ان کے کجاووں میں رکھ دو، جس کے بدلے میں انہوں نے غلہ خریدا تھا۔(3)﴿ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ ﴾'' تا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں''یعنی گھر جا کر جب وہ سامان میں اپنی قیمت دیکھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ اس احسان کو پہچان لیں۔(4) سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بھائیوں سے غلے کے پورے تول کے ذریعے بھلائی کی، پھر قیمت واپس لوٹا دی یہ احسان بھی ان پر واجب ٹھہراتا تھا کہ احسان کرنے والے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام سے وفاداری کریں اور بھائی کو لے کر دوبارہ مصر پہنچیں۔(5)﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾'' شاید وہ لوٹ آئیں''یعنی شاید وہ احسان دیکھ کر لوٹ آئیں یا وہ اپنے مال کی واپسی کو گناہ سمجھ کر واپس کرنے کے لیے مصر آئیں۔(6) کیونکہ جب ان کے پاس غلہ خریدنے کے لئے پونجی ہوگی تو آنے کی راہ میں رکاوٹ دور ہو جائے گی۔(روح اشرف:292/1)

﴿ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(63) ﴾

''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا:'' اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''(63)

سوال:﴿ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾'' چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا:'' اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ ﴾'' چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا:'' اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے'' جب برادران یوسف عَلَیْہِ السَّلَام مصر سے واپس کنعان اپنے والد یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچے تو بولے کہ مصر سے مزید غلے کو اس وقت تک کے لیے روک دیا گیا ہے جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہیں لے جاتے۔(2)﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ ﴾'' لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں'' برادران یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والد سے کہا: ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ایک اونٹ مزید غلہ ہمیں مل جائے۔اس کی وجہ سے ہمیں مزید اناج حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔(3)﴿ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾'' اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں'' برادران یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بھائی کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور کہا کہ ان شاء اللہ ہم خیر و عافیت سے اسے واپس لائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔

﴿ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّ هُوَ اَرْحَمُ

﴿ الرّٰحِمِيْنَ(64) ﴾

''یعقوب نے کہا:''نہیں میں اس کے بارے میں تم پراعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟ سو اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''(64)

سوال : ﴿ **قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ** ﴾ ''یعقوب نے کہا: ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پراعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قَالَ** ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا۔(2)﴿ **هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ** ﴾ ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پراعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟'' یعنی جس طرح آپ لوگوں نے اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ کیا تھا اور اسے پورا نہیں کیا تھا اسی طرح اب تم اس کی بھی حفاظت کرو گے؟ (3) یعنی تم نے پہلی حفاظت کے وعدے کو نہیں نبھایا اب مجھے تمہارے عہد پر اعتماد نہیں۔(4) بغرض اصلاح خطا کار کو جتلا دینا بھی مناسب ہے کہ تمہارے معاملہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمہاری بات نہ مانی جاتی، مگر ہم اس سے درگزر کرتے ہیں تا کہ وہ آئندہ شرمندہ ہو کر اس سے تائب ہو جائے۔(معارف القرآن :105/5)(5)﴿ **فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ** ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرتا ہوں۔ وہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔ مجھے اس کی حفاظت چاہئے۔ اسے میرے حالات کا علم ہے وہ ضرور مجھ پر رحم کرے گا۔ یقیناً وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا اور اسے میرے پاس لے آئے گا اور میری مدد فرمائے گا۔(5) حفاظت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو طاقت حاصل نہیں ہے۔ اس کے چاہنے سے حفاظت ہوتی ہے اور نہ چاہنے سے نہیں ہوتی۔

﴿ **وَ لَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ(65)** ﴾

''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے اور یہ تو آسان ماپ ہے۔''(65)

سوال1: ﴿ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ﴾ ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے'' جب برادران یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے گھر واپس پہنچ کر سامان کھولا تو اس میں سے وہ رقم نکلی جو چلتے ہوئے یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے خادموں سے رکھوائی تھی۔(2) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ مال قصداً واپس کیا تھا اور وہ اس مال کا واپس بھائیوں کو مالک بنانا چاہتے تھے۔(تفسیر سعدی:1269/2)

سوال2: ﴿ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے اور یہ تو آسان ماپ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے'' انہوں نے اپنی رقم دیکھ کر خوشی کے مارے کہا کہ ہمیں اتنے عزت و احترام کے ساتھ رقم بھی واپس کر دی گئی ہے اور ہمیں کیا چاہئے۔(2) انہوں نے اپنے والد کو ترغیب دلائی کہ ہمیں اناج بھی مل گیا، رقم بھی مل گئی۔ یہ دینے والے کے اخلاص اور حسن اخلاق پر دلیل ہے۔(3) ﴿ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا ﴾ ''اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے'' اب آپ ہمارے ساتھ بھائی کو بھیج دیں تو ہم غلہ بھی لے آئیں گے کیونکہ گھر والے خوراک کے سخت محتاج ہیں۔(4) ﴿ وَنَحْفَظُ اَخَانَا ﴾ ''اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے'' اور اپنے بھائی کی نگرانی بھی کریں گے۔(5) ﴿ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ﴾ ''اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے'' یعنی جب ہمارا بھائی ہمارے ساتھ ہوگا تو ہمیں زیادہ غلہ ملے گا کیونکہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام ہر شخص کو ایک اونٹ یا ایک گدھا غلہ دیا کرتے تھے۔ قبطی زبان میں گدھے کو بھی بعیر کہا جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:890/1)(6) ﴿ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴾ ''اور یہ تو آسان ماپ ہے'' یعنی یہ غلہ حاصل کرنے کا بڑا آسان طریقہ ہے جس سے نقصان نہیں ہوگا۔ اسی میں فائدہ ہے اور زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

﴿ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (66) ﴾

''یعقوب نے کہا: ''میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالی کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس

کو میرے پاس لاؤ گے مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ۔'' پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا تو اس نے کہا:'' جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے۔''(66)

سوال 1: ﴿ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ﴾ '' یعقوب نے کہا:'' میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے، مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' یعقوب نے کہا:'' میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے، مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جب تک تم بنیامین کو واپس لانے کی قسم نہیں کھاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لیے ہرگز راضی نہیں ہوں گا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کہیں تم سب گھیر لیے جاؤ اور چھڑا نہ پاؤ تو اور بات ہے یعنی ایسی صورت حال جس پر تمہارا بس نہ چلتا ہو اور تم اسے ہٹانے کی قدرت نہ رکھتے ہو۔

سوال 2: ﴿ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴾ '' پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا تو اس نے کہا:'' جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ ﴾ '' پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا'' جب برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی خواہش کے مطابق قسمیں کھا کر پختہ عہد و پیمان دے دیا۔ (2) ﴿ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴾ '' اس نے کہا:'' جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے قسموں کے بعد اس قول وقرار کی مضبوطی کے لیے فرمایا کہ ہماری باتوں پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس کی حفاظت کے ہم محتاج اور اس کی رحمت کے تمنائی ہیں۔ یوں سیدنا یعقوب علیہ السلام کو مجبوراً بنیامین کو بھیجنا پڑا کیونکہ غلے کے بغیر گزارا نہ تھا اور بیٹے کے جائے بغیر اناج کا ملنا ممکن نہیں تھا۔

﴿ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (67) ﴾

'' اور یعقوب نے کہا:'' اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا، حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں۔''(67)

سوال 1: ﴿ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ﴾ '' اور یعقوب نے کہا:'' اے میرے بیٹو! تم سب

ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے چلتے وقت بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مصر میں داخل ہوں تو ایک ہی دروازے سے نہ جائیں بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں۔ان کے دل میں یہ اندیشہ غالب تھا کہ اگر ایک دروازے سے جائیں گے تو شاید کسی آفت میں گرفتار ہو جائیں جب کہ الگ الگ جانے میں نسبتاً عافیت ہے۔(2) یعنی وہ بھائیوں کی کثرت کی وجہ سے نظر لگنے سے ڈرتے تھے۔(3) صحیح احادیث سے بھی یہ ثابت ہے: العین حق یعنی نظر بد کا لگ جانا ایک حقیقت ہے۔عہد نبوی میں بہت سے لوگوں کو نظر بد سے نقصان کا پہنچنا ثابت ہے۔ایک حدیث میں نظر بد کی شدت تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:''اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر سکتی تو نظر بد سبقت لے جاتی۔''(فتح القدیر،روح اشرف)

سوال2: نظر لگنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:(1) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:''العَينُ حَقٌّ'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''نظر لگنا برحق ہے۔''(صحیح بخاری:5740)(2) سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ''میرے باپ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے خزار جگہ میں بہتے ہوئے پانی میں غسل کے ارادے سے اپنا کپڑا اتارا تو عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ رہے تھے،میرے والد محترم بہت زیادہ خوب صورت اور گورے چٹے تھے۔عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا:''اس کی خوب صورتی ایک ماہ پارہ دوشیزہ کی طرح ہے،اتنا خوب صورت جسم میں نے آج تک نہیں دیکھا۔''بس یہ کہنا تھا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ وہیں گر پڑے اور انھیں سخت بخار ہو گیا،ان کی بیماری کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور بتایا گیا کہ وہ سر نہیں اٹھا رہے(یعنی بہت زیادہ بیمار ہیں)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا''کیا تم لوگوں کو کسی آدمی پر شک ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے؟''لوگوں نے کہا:''ہاں!عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلایا اور غصے سے فرمایا:''آخر تم میں سے کوئی اپنے ہی بھائی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟اس کے لیے تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟اس کے لیے غسل کرو۔''تب جناب عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ،دونوں کہنیاں،دونوں گھٹنے،دونوں پاؤں اور اپنی تہ بند کا اندرونی حصہ ایک برتن میں دھویا۔پھر وہی پانی جناب سہل رضی اللہ عنہ پر پیچھے سے انڈیل دیا گیا اور وہ اسی وقت شفایاب ہو گئے۔''(موطا امام مالک،کتاب العین،باب الوضوء من العین:1،سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب العین:3509)

سوال3: نظر بد کا علاج کیا ہے؟

جواب:(1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے بزرگ دادا(ابراہیم علیہ السلام)بھی ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے مانگا کرتے تھے:اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ۔میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ

ہرایک شیطان سے اور ہرزہریلے جانورسے اور ہرنقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔(صحیح بخاری:3371)(2)سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ایسے دموں میں کوئی حرج نہیں جن میں شرک نہ ہو۔(مسلم:5732)(3)(i)اگر یہ پتہ چل جائے کہ کس کی نظر لگی ہے تو اسے غسل کرنے کے لئے کہا جائے۔پھر غسل والے پانی سے نظر بد کے متاثرہ شخص پر پانی بہادیا جائے۔اس طرح شفا نصیب ہوتی ہے۔(ابن ماجہ:3509)(ii)سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق،سورۃ الناس(بخاری:5017)اور یہ دعائیں پڑھ کر مریض پردم کیا جائے:بِاسْمِ اللّٰہِ یُبْرِیْکَ وَمِنْ کُلِّ دَاءٍ یَّشْفِیْکَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ کُلِّ ذِی عَیْنٍ۔''اللہ تعالیٰ کے نام سے میں مدد چاہتا ہوں۔وہ تمہیں ہر بیماری سے اچھا کرے گا۔تمہیں ہر حسد کرنے والے کی برائی سے محفوظ رکھے گا اور ہر بری نظر ڈالنے والے کی نظر سے تمہیں بچائے گا۔''(مسلم:5699)اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَأْسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہر اس چیز کے شر سے جو آپ کو تکلیف دینے والی ہو اور ہر نفس یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے میں آپ کو دم کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔''(بخاری:5742)

سوال4: نبی ﷺ نے نظر سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے؟

جواب:(1)جب کوئی چیز اچھی لگے تو بارک اللہ کہیں۔(موطاامام مالک)(2)اسی طرح ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھنا قرآن حکیم سے ثابت ہے۔(الکھف 37)

سوال5:﴿وَمَآ أُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ﴾''اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی یہ وضاحت کردی کہ میری تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتی۔تقدیر میں جو لکھا ہے ہو کر رہے گا۔(2)مفسر ابوالسعود لکھتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کا مقصد یہ نہیں تھا کہ احتیاط بے کار چیز ہے۔(تفسیر ابی السعود)(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَیْدِیْکُمْ إِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔(البقرہ:195)(4)رب العزت نے فرمایا:﴿خُذُوْا حِذْرَکُمْ﴾اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو۔(النساء:102)(5)ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ احتیاط ہی مقصود اصلی نہیں ہے۔بلکہ محض تدبیر ہے جسے مفید بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے،اور تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی ہے،وہ اللہ سے مدد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔اور اس سے بھاگ کر اسی کی جناب میں پناہ لینے والی بات ہے۔(تیسیر الرحمٰن:690/1)

سوال6:﴿إِنِ الْحُکْمُ إِلَّا لِلّٰہِ﴾''حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿إِنِ الْحُکْمُ﴾یعنی امر اور قضاء۔(2)﴿إِلَّا لِلّٰہِ﴾صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔(3)یعنی فیصلہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور حکم وہی ہے جو اس کا حکم ہے۔پس جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر دے وہ ضرور واقع ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1270/2)(4)جو اللہ تعالیٰ چاہتا

ہے وہی ہوتا ہے۔کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کی چاہت پوری ہو کر رہتی ہے۔

سوال7: ﴿ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴾ ''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ﴾ ''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو میں نے تمہیں جن اسباب کو اختیار کرنے کی وصیت کی ہے میں ان پر اعتماد نہیں کرتا میں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں۔(2) یعنی میں تو اپنے معاملات اسی کے سپرد کرتا ہوں۔(ایسر التفاسیر:687)(3)﴿ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴾ ''اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں'' توکل کرنے والوں کو اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی کفایت کرنے والا نہیں۔

سوال8: توکل کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کے بڑے واجبات میں سے ہے جس کے زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔توکل ربّ رحمٰن کے قریب کرنے والے افضل اعمال اور دل کی عبادات میں سے ہے۔توکل توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس سے استعانت طلب کئے بغیر بندہ سارے کاموں کو انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: توکل آدھا دین ہے اور آدھا دین انابت ہے۔یقیناً دین استعانت (اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا)اور عبادت ہے۔توکل استعانت ہے اور انابت عبادت ہے۔(ابن قیم، مدارج السالکین:113/2)سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا جماع الایمان ہے۔(ابن ابی شیبہ:202/7)(2)توکل کا تعلق واجبات، مستحبات اور مباحات سبھی سے ہے۔مسلمان اپنے تمام کاموں میں توکل کرنا مستحب ہی نہیں بلکہ دینی فریضہ سمجھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:(i)﴿ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا ''ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو۔'' (المائدۃ:23)(ii)﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔(التغابن:13)(3)توکل کے لغوی معنی: اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا، توکل اپنی عاجزی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔(4)توکل کے اصطلاحی معنی: سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بندے کا اپنے رب پر توکل کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندہ جانتا ہے کہ وہ قابل اعتماد ہے۔ابن رجب کہتے ہیں کہ توکل دنیا اور آخرت کے تمام امور میں نفع کے حصول اور نقصان سے دور رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر دل کا سچا اعتماد ہے۔(جامع العلوم والحکم:437)ابوبکر الجزائری

لکھتے ہیں: اسباب کو کام میں لاتے ہوئے نتیجہ کو رب تعالیٰ کے حوالے کر دینا اور ساتھ ہی یہ ایمان اور یقین رکھنا کہ کامیابی کا مدار اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت پر ہے توکل کہلاتا ہے۔(عقیدۃ المؤمن:153)(5) توکل دل کی عبادت ہے۔ دل کا یہ اعتماد کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ توکل کرنے والا دل میں اس یقین کو جما کر کوشش کرتا ہے لیکن کوشش پر بھروسہ کرنے کی بجائے ربّ پر اعتماد کرتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کرلوں، ہوگا وہی جو ربّ چاہے گا یا جس پر وہ راضی ہوگا اور جو وہ نہیں چاہے گا نہیں ہوگا۔ وہ کامل قدرت رکھنے والا، رازق، خالق، زندگی دینے والا، موت سے ہمکنار کرنے والا، کامل علم والا، کامل حکمت والا اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا کوئی ربّ نہیں۔ توکل میں استعانت شامل ہے۔ استعانت عبادت کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ ﴾ میں اپنی عبادت اور استعانت اور اپنے او پر توکل کو جمع کر دیا۔ توکل میں دو باتیں اکٹھی ہوتی ہیں: اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین اور اعتماد اور تدبیر کرنا۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: توکل کا راز اور اس کی حقیقت دل کا اللہ وحدہٗ پر اعتماد کرنا ہے جس کو تدبیروں کا جمع کرنا نقصان نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ دل کا صرف ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور اس کی طرف جھکنا ہے۔(الفوائد:87) اسی وجہ سے اگر اسباب ختم بھی ہو جائیں تو توکل کرنے والے پر اثر انداز نہیں ہوتے کیونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی اور موجود ہے۔ **(6)** رسول اللہ ﷺ کا تدبیر اختیار کرنا: رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے تھے۔ **(i)** آپ ﷺ نے احد کے دن دو زرہیں پہنیں۔ **(ii)** فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے سر پر خود پہنی۔ **(iii)** ہجرت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے عام راستے سے ہٹ کر راستہ اختیار فرمایا۔ نبی ﷺ نے اپنی امت کو بھی یہی تعلیم دی۔ **(7)** سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔(ترمذی:2344) **(8)** سیدہ مریم علیہا السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب کہ وہ حاملہ تھیں اور کمزور بھی جب کہ کھجور کا درخت مضبوط تھا۔ ربّ العزت کا فرمان ہے: ﴿ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴾ اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے او پر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔ (مریم:25) **(9)** امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: توکل اللہ تعالیٰ کے واجبات میں سے بڑا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے کا حکم دیا ہے جیسے جنابت سے وضو اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر اللہ پر توکل کرنے سے منع کیا ہے۔(مجموع الفتاویٰ:16) **(10)** نبی ﷺ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ابرہیم علیہ السلام نے کہا تھا' اس وقت جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور یہی کلمہ محمد ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر رکھا ہے' ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا (جوش) ایمان اور بڑھا دیا اور یہ مسلمان بولے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔(بخاری:4563)

﴿وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ(68)﴾

''اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا اور بلا شبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' (68)

سوال1: ﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا﴾ ''اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَمَّا﴾ ''اور جب'' یعنی جب برادران یوسف وہاں سے روانہ ہوگئے۔ **(2)** ﴿دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ﴾ ''وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی'' تو سب بھائی اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق کئی دروازوں سے داخل ہونے کے لیے الگ ہوگئے۔ **(3)** ﴿مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تدبیر سے تقدیر ٹل نہیں سکی۔ وہ تدبیر جو آفت سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے اختیار کی تھی۔ **(4)** ﴿اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا﴾ ''مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا'' یعنی وہ خواہش تو اولاد کی محبت کے باعث تھی جس کی وجہ سے انہیں اطمینان ہوگیا۔ بس ان کے دل میں ایک خیال تھا جسے انہوں نے پورا کرلیا۔

سوال2: ﴿وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور بلا شبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے یعقوب علیہ السلام کے علم کی تعریف فرمائی ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ﴾ ''اور بلا شبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا'' وہ عظیم علم کے مالک تھے۔ **(2)** ﴿لِّمَا عَلَّمْنٰهُ﴾ ''اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا'' یعنی انہوں نے اپنی قوت واختیار سے اس کا ادراک نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا عطا کردہ علم کارفرما تھا۔ (تفسیر سعدی:1271/2) **(3)** ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' یعنی وہ چیز نہیں جانتے جو یعقوب علیہ السلام اپنے دینی معاملات کے بارے میں جانتے تھے۔ (قرطبی:161,160/5) **(4)** یعنی اکثر لوگ نہیں جانتے کہ کیسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی ایسے علوم کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے جو دنیا اور آخرت میں ان کے لیے نفع مند ہوتے ہیں اور ان علوم میں سے ہے ظاہری اسباب کو اختیار کرکے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ (تفسیر

منیر:28/7)(5)اکثر لوگ معاملات کے انجام اور اشیاء کی باریکیوں کو نہیں جانتے۔اسی طرح اہل علم پر بھی علم،احکام اور اس کے لوازم میں سے بہت کچھ مخفی رہ جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1271/2)

رکوع نمبر:9

﴿وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(69) ﴾

''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی،اس نے کہا:''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں،سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں۔''(69)

سوال1: ﴿وَلَمَّادَخَلُوْاعَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَااَخُوْكَ فَلَاتَبْتَىٕسْ بِمَاكَانُوْايَعْمَلُوْنَ ﴾''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی،اس نے کہا:''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں،سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمَّادَخَلُوْاعَلٰى يُوْسُفَ ﴾''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے''جب برادران یوسف علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ سیدنا یوسف علیہ السلام کا حقیقی بھائی بنیامین بھی تھا۔(2)﴿اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ ﴾''تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی''سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پاس بلا کر بٹھایا۔انہیں شاہی مہمان خانے میں رکھا۔ان کی خوب مہمان نوازی کی اور انتہائی محبت سے پیش آئے۔(3)یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں سے الگ کرلیا اور کھانے اور رات کے اوقات میں انہیں اپنے پاس رکھا۔(4)سیدنا یوسف علیہ السلام نے ہر کمرے میں سونے کے لیے دو دو افراد کو رکھااور وہ گیارہ بھائی تھے۔بنیامین بچ گیا تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے ساتھ سوئے گا۔(ایسر التفاسیر:687)(5)﴿قَالَ اِنِّيْۤ اَنَااَخُوْكَ ﴾''اس نے کہا:''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں''سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی تو اسے بتا دیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔(6)﴿فَلَاتَبْتَىٕسْ بِمَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾''سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں''بھائیوں نے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس پر غم نہ کرنا،ان کی باتوں سے دل برا نہ کرنا۔(7)یعنی غم زدہ نہ ہو کیونکہ ہماری عاقبت اچھی ہے،پھر انہوں نے بنیامین کو اپنے اس منصوبے اور حیلے سے آگاہ کیا جس کے مطابق یوسف علیہ السلام،بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے جب تک کہ معاملہ اپنے انجام کو نہیں پہنچ جاتا۔(تفسیر سعدی:1272/2)

سوال2: سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار ایک مثالی بھائی کا کردار ہے،وضاحت کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ان کا علم،حلم،حیا،مکارم اخلاق اور اس کے دین کی طرف دعوت ہے۔(2)بطور بھائی کے سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار مثالی ہے۔وہ جن بھائیوں کے درمیان رہتے تھے وہ ایک نبی کے بیٹے تھے مگر جھوٹ بولتے

تھے اور حسد میں مبتلا تھے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے والد کو جدا کرنے کے لیے انہوں نے بار بار جھوٹ بولا اور یوسف علیہ السلام کی قمیص اور خون کے سلسلے میں والد کے سامنے جھوٹا فسانہ گھڑا۔ اس افسانے کو گھڑنے کے لیے ان کے درمیان بحث ہوئی ہوگی اور بحث میں افتراپردازی اور جھوٹی خبریں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ گناہوں کی نحوستیں ہیں۔ (3) سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ قول ﴿ **فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** ﴾ "سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں" دلیل ہے کہ ان کے اندر عفو اور تسامح، بھائی کے لیے محبت کا اظہار، ماضی کو بھلا دینے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنے کی صفات پائی جاتی تھیں۔ ان صفات کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ آئندہ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ (تفسیر منیر:36,37/7) (4) سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم حسن سلوک کرنے والے اور اپنے بھائیوں اور ساری مخلوقات کے ساتھ بھلائیاں کرنے والے تھے۔ (5) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے گناہ گار بھائیوں کو معاف کر دیا اور اس معافی کو یہ کہہ کر مکمل کر دیا کہ وہ ان سے مواخذہ نہیں کریں گے اور انہیں ان کے جرم کی عار نہیں دلائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مثالی بھائی وہ ہے جو مکارم اخلاق کا حامل ہو، معاف کرسکتا ہو۔ علم اور حلم کے بغیر ایسے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام پر اپنی ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی زندگی ہر بھائی کے لیے مثال ہے۔ وہ علم میں بھی بے مثال تھے، عفو و درگزر اور حیا میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہر بھائی کو علم، حلم، حیا اور عفو و درگزر کے لیے کوششیں کرنے والا بنائے۔ (آمین)

﴿ **فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ**(70) ﴾

"پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو اپنے پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا۔ پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: "اے قافلے والو! بلاشبہ یقیناً تم لوگ چور ہو۔" (70)

سوال1: ﴿ **فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ** ﴾ "پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو اپنے پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ **فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ** ﴾ "پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا" سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کو رخصت کرنے کا ارادہ کیا تو ہر ایک کے اونٹ پر غلہ لدوا دیا، ان میں بنیامین بھی تھا۔ (2) ﴿ **جَعَلَ السِّقَايَةَ** ﴾ "تو اپنے پینے کا برتن" یعنی وہ پیالہ جس سے اناج کو بھی ناپا جاتا ہے اور اس میں پانی بھی پیا جاتا ہے۔ (3) ﴿ **فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ** ﴾ "اپنے بھائی کے کجاوے میں" یعنی بنیامین کے سامان میں۔ (4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک غلام کو حکم دیا کہ شاہی کٹورا جو چاندی یا سونے کا تھا بنیامین کے سامان میں چھپا دیا جائے۔ (مختصر ابن کثیر:89/1) (5) سیدنا یوسف علیہ السلام کے غلام نے انتہائی ہوشیاری سے وہ پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔

سوال2: ﴿ **ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ** ﴾ "پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: "اے قافلے والو! بلاشبہ یقیناً

تم لوگ چور ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: پھر جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنا سامان سمیٹ لیا اور قافلہ چل پڑا تو ایک اعلان کرنے والے نے کہا: اے قافلے والو! تم چور ہو۔ ان لوگوں نے جب وہ پیالہ نہ پایا تو قافلے والوں پر چوری کا الزام لگا دیا۔

﴿ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ(71) ﴾

''انہوں نے کہا، اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے: ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟''(71)

سوال1: ﴿ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا، اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے: ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا ﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا۔ **(2)** ﴿ وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے'' اعلان کرنے والے کی آواز سن کر بھائیوں کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ ان کے پاس واپس آگئے۔ **(3)** ﴿ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴾ ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟'' انہوں نے اعلان کرنے والوں سے پوچھا کیا بات ہے؟ تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے؟ **(4)** یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے تہمت کو دور کرنے کے لیے اعلان کرنے والوں کی طرف رخ کیا۔ **(5)** چور ہمیشہ اس شخص سے دور ہونے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس نے چوری کی ہوتا کہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے اور یہ لوگ ان کے پاس آگئے۔ تہمت کے ازالے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ (تفسیر سعدی: 1273/2)

﴿ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ(72) ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں۔''(72)

سوال: ﴿ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں'' انہوں نے شاہی پیمانے کے گم ہو جانے کی اطلاع دی۔ **(2)** ﴿ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ ﴾ ''اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا'' یعنی جو بادشاہ کا پیمانہ ڈھونڈ کر لائے گا اس کو ایک اونٹ کے وزن کے مطابق اناج ملے گا اور یہ اس کا انعام ہوگا۔ **(3)** ﴿ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴾ ''اور میں اس کا ضامن

ہوں'' تلاش کرنے والے نے کہا کہ میں اس اناج کو دلوانے کا ذمہ لیتا ہوں۔

﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ(73) ﴾

''انہوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں۔''(73)

سوال: ﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴾'' انہوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)'' انہوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں'' برادران یوسف نے تلاشی لینے والوں سے کہا کہ ہم ملک میں بدامنی پھیلانے، چوری اور گناہ کے کام کرنے نہیں آئے۔**(2)** ﴿ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴾'' اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم فساد فی الارض کا برا کام چوری کرنے نہیں آئے۔**(3)** انہوں نے قسم اس لئے اٹھائی تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فساد پھیلانے والے ہیں نہ چور۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے احوال کی خوب جانچ پڑتال ہوئی ہے جو ان کی پاکیزگی اور پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ کام ان کے علم سے نہیں ہوسکتا جن پر وہ چوری کی تہمت لگا رہے ہیں۔ یہ پیرایہ چوری کی تہمت کی نفی میں اس فقرے سے زیادہ بلیغ ہے۔**تاللہ لم نفسد فی الارض ولم نسرق** اللہ کی قسم ہم نے زمین میں فساد کیا ہے نہ ہم نے چوری کی ہے۔(تفسیر سعدی:1273/2)

﴿ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ(74) ﴾

انہوں نے کہا:''اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی جزا کیا ہے؟''(74)

سوال: ﴿ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ ﴾'' انہوں نے کہا:''اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی جزا کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تلاشی لینے والوں نے جواب دیا: اگر بادشاہ کا پیمانہ تم لوگوں میں سے کسی کے پاس نکلا تو اسے کیا سزا ملنی چاہیے؟

﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ(75) ﴾

انہوں نے کہا:''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سو وہی اس کی جزا ہے، ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔''(75)

سوال: ﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سووہی اس کی جزاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سووہی اس کی جزاہے'' برادران یوسف علیہ السلام نے جواب دیا جس کے سامان میں پیالہ دیا جائے اس کی جزا یہ ہے کہ جس کی چوری کی گئی ہے اس کے حوالے کر دیا جائے۔**(2)** ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں'' شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ تھی کہ چور مال مسروقہ کے مالک کی ملکیت بن جاتا تھا جب اس پر چوری کا الزام ثابت ہوجاتا تھا۔**(3)** مفسرین کہتے ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں چور کی یہی سزا مقرر تھی کہ وہ ایک برس تک اس شخص کی غلامی میں دے دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہو۔(فتح القدیر)(اشرف)**(4)** یوسف علیہ السلام کی غرض بھی یہ تھی کہ بنیامین ان کے پاس رہیں۔

﴿ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (76) ﴾

''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا، اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے، ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے۔''(76)

سوال1: ﴿ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ﴾ ''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ﴾ ''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' تلاشی لینے والوں نے بنیامین کے سامان سے پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے سامان کی یکے بعد دیگرے تلاشی لی تاکہ شک نہ رہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔**(2)** ﴿ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ﴾ ''پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' پھر جب برادران یوسف علیہ السلام کے سامان سے کچھ نہ ملا تو شاہی پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد کر لیا۔**(3)** یعنی حقیقت واقعہ کی رعایت رکھتے ہوئے (وجدھا) یا (سرقھا) نہیں کہا۔اس طرح یوسف علیہ السلام کے اس منصوبے کی تکمیل ہوگئی جس کے مطابق وہ اپنے بھائی کو اس طرح اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بھائیوں کو اصل صورت حال کا علم نہ ہو۔(تفسیر

سعدی:1274,1273/2)

سوال2: ﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ﴾ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ﴾ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی''یعنی اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی خاطر تدبیر کی جس کی وجہ سے وہ ایسے طریقے سے اپنے بھائی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، کیونکہ اس میں مصلحت تھی کیونکہ مصری قانون کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو نہیں روک سکتے تھے۔**(2)** ﴿ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ﴾ ''وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے''یعنی مصر کے قانون کے مطابق چوری کے بدلے میں بندے کو نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ بندے کو مارا جاتا تھا اور اس سے تاوان لیا جاتا تھا۔**(3)** مصر کا شاہی قانون یہ تھا کہ چور کو پیٹا جائے اور اس سے چوری کے مال کے علاوہ اتنا ہی مال اور لے کر اس شخص کو دے دیا جائے جس کا مال چوری ہوا ہے۔اس قانون کی رو سے چور کو غلام نہیں بنایا جا سکتا تھا۔(ابن کثیر)(شوکانی)**(4)** یعنی بادشاہ کے قانون کے مطابق مالِ مسروقہ کے مالک کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ چور کا مالک بن سکے۔ان کے ہاں چوری کی کوئی اور سزا تھی۔اگر فیصلہ بادشاہ کے قانون کے مطابق ہوتا تو یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اپنے پاس نہ رکھ سکتے۔اس لئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فیصلہ کروایا، تاکہ ان کے منصوبے کی تکمیل ہو۔(تفسیر سعدی:1274/2)**(5)** ﴿ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ﴾ ''سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے''یعنی جو وہ حکم دیتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔**(6)** اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے چور کی سزا دریافت کرتے، نہ بھائی بتاتے اور نہ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ہاں رکھ سکتے۔(اشرف:294/1)

سوال3: ﴿ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے''یعنی علم میں درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ یوسف علیہ السلام کا درجہ بلند کیا۔(ایسر التفاسیر:689)**(2)** سیدنا یوسف علیہ السلام کو شریعت براہیمی کا علم تھا۔شریعت کا علم ہی درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔**(3)** سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی علماء تھے اور اپنے بھائیوں کے مقابلے میں وہ شریعت کا زیادہ علم رکھتے تھے اسی وجہ سے رب العزت نے ان کا مقام اور مرتبہ بلند کر دیا۔**(4)** رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔(المجادلہ:11)

سوال4: ﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی ہر صاحب علم کے اوپر ایک شخص ہوتا ہے جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ غائب اور موجودہ کا علم رکھنے والی ہستی تک جا پہنچتا ہے۔(تفسیر سعدی:1274/2)**(2)** اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں اس کا علم ذاتی ہے اور دوسروں کا علم وھبی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔(مختصر ابن کثیر:893/1)**(3)** اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے علم کے ذریعہ یوسف کو بلند مقام دیا، اسی طرح ہم جسے چاہتے ہیں علوم ومعارف دے کر اس کے ہم عصروں میں اسے عالی مقام بنادیتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑا علم والا ہوتا ہے، اسی لیے حسن بصری کہا کرتے تھے کہ ہر علم والے سے بڑا علم والا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر ختم ہوجاتا ہے۔اس سے بڑا کوئی عالم نہیں، اور اس کا علم بحر بے کنار ہے۔(تیسیر الرحمٰن:692/1)**(4)** کسی عالم کا علم کلی نہیں لہٰذا کوئی علم والا دھوکے میں مبتلا نہ ہو کہ میرا علم زیادہ ہے کہ ہر ذی علم سے اوپر علم والا موجود ہے۔

﴿ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ(77) ﴾

''انہوں نے کہا: ''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا، اس نے کہا: ''تم برے درجے کے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے۔''(77)

سوال1: ﴿ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر اس نے چوری کی ہے'' جب بنیامین کے سامان سے شاہی پیمانہ مل گیا تو بھائیوں نے کہا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔**(2)** ﴿ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ یہ ان کی جانب سے یوسف علیہ السلام پر بہتان تھا۔انہوں نے الزام لگا کر یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی۔**(3)** اپنی پاک بازی ظاہر کرنے کے لئے فوراً اپنے آپ کو بنیامین سے الگ کرلیا اور اس کے جرم کو بہانہ بنا کر اس کے بھائی پر بھی چوری کی جھوٹی تہمت لگادی۔اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے گم ہوجانے کے بعد بنیامین کے ساتھ یہ بھائی کیا سلوک کرتے رہے ہوں گے۔(اشرف الحواشی:294/1)

سوال2: ﴿ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ﴾ ''تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور اسے ان پر ظاہر

نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ** ﴾''تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا''یوسف علیہ السلام نے چوری کا الزام سنا تو ایک بات دل میں رکھی۔(2)﴿ **وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ** ﴾''اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا''انہوں نے اپنے بھائیوں کے سامنے ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔انہوں نے معاملے کو اپنے دل میں رکھ لیا اور غصے کو پی گئے۔

سوال3:﴿ **قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ** ﴾''اس نے کہا:''تم برے درجے کے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا** ﴾''اس نے کہا:''تم برے درجے کے لوگ ہو''یوسف علیہ السلام نے جو بات اپنے دل میں چھپائی وہ یہ تھی کہ تم کم درجے کے لوگ ہو جو مجھ پر الزام عائد کر رہے ہو۔(2)﴿ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ** ﴾''اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تمہارا الزام جھوٹا ہے اور ہم اس بہتان سے بری ہیں۔

﴿ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ(78) ﴾

''انہوں نے کہا:''اے عزیز! بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے،سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں۔''(78)

سوال:﴿ **قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾** ﴾''انہوں نے کہا:''اے عزیز! بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے،سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **قَالُوْا** ﴾''انہوں نے کہا''برادران یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر کہا جب بنیامین کے بارے میں فیصلہ ہو گیا کہ بادشاہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔(2)﴿ **يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ** ﴾''اے عزیز!''انہوں نے خوشامد کرتے ہوئے بادشاہ سے کہا۔(3)﴿ **اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا** ﴾''بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے''یعنی یعقوب علیہ السلام بہت بوڑھے ہیں، بیٹے کی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔(4)﴿ **فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ** ﴾''سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے''ہم میں سے جس کو چاہیں اس کے بدلے روک لیں۔(5)﴿ **اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٧٨﴾** ﴾''بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں''ہم آپ کو نیک اور انصاف کرنے والا دیکھتے ہیں امید ہے کہ آپ ہم پر اور ہمارے والد پر احسان کریں گے۔

﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ(79)﴾

''یوسف نے کہا:'' اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں تب تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے۔''(79)

سوال: ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ﴾ ''یوسف نے کہا:'' اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں تب تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں'' یعنی ہماری طرف سے یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اگر ہم ایک بے گناہ انسان کو اس کے بدلے میں پکڑ لیں جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے۔(3) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقعے پر یہ نہیں کہا کہ اس کے بدلے میں جس نے چوری کی ہے، ایسا کہنا جھوٹ ہوتا کیونکہ بنیامین چور نہیں تھے۔(4)﴿اِنَّآ اِذًا﴾ ''تب تو ہم ہوں گے'' یعنی جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے اس کی جگہ کسی اور کو پکڑ لیں تو۔(5)﴿لَّظٰلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً ظالم'' تو ہم بہت بڑا ظلم کرنے والے ہوں گے کیونکہ ہم ایسی صورت میں ایسے شخص کو سزا دیں گے جو مجرم نہیں، جو سزا کا مستحق نہیں۔

رکوع نمبر 10

﴿فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ(80)﴾

''چنانچہ جب وہ اس سے ناامید ہوگئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے، ان کے بڑے نے کہا:'' کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟ اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو، چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔''(80)

سوال1: ﴿فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ ''چنانچہ جب وہ اس سے ناامید ہوگئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ** ﴾'' چنانچہ جب وہ اس سے ناامید ہوگئے'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے چھڑانے سے مایوس ہوگئے۔(2)﴿ **خَلَصُوا نَجِيًّا** ﴾'' تو الگ ہوکر مشورہ کرنے لگے'' انہوں نے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ اب کیا کریں کہ بنیامین تو گرفتار ہوگئے اور کسی صورت چھوٹ نہیں سکتے جب کہ ہم اپنے والد سے ان کے واپس لانے کا پختہ عہد کرکے ان کی ذمہ داری لے کر آئے ہیں۔

سوال2:﴿ **قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ** ﴾'' ان کے بڑے نے کہا:'' کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟ اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو، چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ **قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ** ﴾'' ان کے بڑے نے کہا:'' کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟'' بڑے بھائی روبیل یا یہودا (یہ وہی تھے جنہوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ انہیں قتل نہ کرو بلکہ کسی کنویں میں ڈال آؤ) نے کہا بھائیو! تمہیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہم نے اپنے والد سے بنیامین کے واپس لانے کے سلسلے میں کیا عہد کیا ہے۔ افسوس اب ہم نہ انہیں منہ دکھا سکتے ہیں اور نہ بھائی کو شاہی گرفتاری سے چھڑا سکتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:895/1)(2)﴿ **وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ** ﴾'' اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو'' بڑے بھائی نے یاد دلایا کہ اس سے پہلے تم یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیسی کوتاہی کے مرتکب ہو چکے ہو۔ کیسے آنکھوں دیکھتے ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں کھو دیا تھا۔(3) بڑے بھائی نے دو امور کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔(i) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ماضی میں کی جانے والی کوتاہی۔(ii) چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر نہ جانا۔(4)﴿ **فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ** ﴾'' چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا'' بڑے بھائی نے کہا میں تو یہاں سے یعنی سرزمین مصر سے نہیں جاؤں گا یعنی اس کی طرف نہیں لوٹوں گا۔(ایسر التفاسیر:690,691)(5)﴿ **حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي** ﴾'' یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں'' یعنی میں تو اس وقت تک یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک کہ والد مجھے اجازت نہ دیں۔(6)﴿ **أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي** ﴾'' یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں'' یعنی اللہ تعالیٰ میرے لئے اکیلے یا بھائی کے ساتھ آنا مقدر کر دے۔(تفسیر سعدی:1276/2)(7)﴿ **وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ** ﴾'' اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ بہترین حاکم ہے۔ شاید کسی تدبیر کو سجھا دے کہ میں اپنے بھائی کو چھڑانے میں کامیاب ہو جاؤں۔

﴿ارْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ(81)﴾

''تم اپنے والد کے پاس جاؤ۔سواس سے کہو:''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہےاورہم نےتو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جوہمیں معلوم ہےاورغیب کی حفاظت کرنے والےتو ہم نہیں ہیں۔''(81)

سوال1: ﴿ارْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ﴾ ''تم اپنے والد کے پاس جاؤ۔سواس سے کہو:''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ارْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ﴾ ''تم اپنے والد کے پاس جاؤ'' بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کوحکم دیا کہ اپنے والد کے پاس جا کر سارا واقعہ کہہ سناؤ۔(2)﴿فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ﴾ ''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے''یعنی یہ بتاؤ کہ وہ چوری کے الزام میں دھرلیا گیا ہے،اس لیے ہم کوشش کے باوجود اسے اپنے ساتھ نہیں لا پائے۔

سوال2: ﴿وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾ ''اورہم نےتو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جوہمیں معلوم ہے اورغیب کی حفاظت کرنے والےتو ہم نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾ ''اورہم نےتو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جوہمیں معلوم ہے''یعنی ہم غیب کے بارے میں تو نہیں جانتے اور ایسی چیز کے بارے میں ہم گواہی نہیں دیتے جو ہمارے سامنے نہیں تھی۔(2)﴿وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾ ''اورغیب کی حفاظت کرنے والےتو ہم نہیں ہیں''یعنی ہم غیب کا علم رکھنے والے نہیں تھے۔ہم سے تو چور کی سزا پوچھی گئی تو ہم نے اپنے دین کے مطابق بتادی۔ہم نے تو دیکھا کہ بادشاہ کا پیالہ بنیامین کی خرجی سے نکلا ہے۔(3)اگرہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کرتے نہ اس کوساتھ لے جانے کے لیے اتنی کوشش کرتے اور نہ آپ کو کوئی عہد دیتے۔ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔(تفسیر سعدی:1276/2)

﴿وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَ الْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(82)﴾

''اورآپ اس بستی کےلوگوں سے پوچھ لیں جس میں ہم تھےاوراس قافلے سے پوچھ لیں جس میں ہم آئے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں۔''(82)

سوال: ﴿وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اورآپ اس بستی کےلوگوں سے پوچھ لیں جس

میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیں جس میں ہم آئے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿**وَسْئَلِ**﴾ ''اور آپ پوچھ لیں''یعنی آپ ہماری بات پر یقین نہیں رکھتے تو۔ **(2)** ﴿**الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا**﴾ ''اس بستی کے لوگوں سے جس میں ہم تھے''اہل مصر سے پوچھ لیں اور اس قافلے سے دریافت کر لیں، جس کے ساتھ ہم آئے ہیں جو کنعانیوں میں سے ہیں، وہ لوگ اس بارے میں پوری معلومات رکھتے ہیں۔ **(3)** ﴿**وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ**﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں''ہم نے واقعات بھی درست بتائے ہیں، جھوٹ نہیں بولا اور بنیامین کی حفاظت کرنے میں بھی ہم سچے ہیں۔ قافلے والے ہماری صداقت، امانت اور حفاظت کے گواہ ہیں۔ واقعات یہی پیش آئے ہیں۔ بنیامین چوری کے الزام میں پکڑ لیے گئے ہیں۔

﴿**قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ**(83)﴾

''اس نے کہا:'' بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے گا، بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''(83)

سوال1: ﴿**قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ**﴾ ''اس نے کہا:'' بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سارے واقعات سن کر وہی جواب دیا جو مدتوں پہلے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے گم جانے کے موقع پر کہے تھے۔ جب ان کے بیٹوں نے ان سے یوسف علیہ السلام کی خون سے بھری ہوئی قمیص دیتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا۔ اس موقع پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا۔ **(2)** ﴿**بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا**﴾ ''بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے''یعنی تمہارے نفسوں نے ایک بات بنا لی ہے۔ نہ تو یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھایا ہے، نہ بنیامین نے چوری کی ہے۔ **(3)** ﴿**فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ**﴾ ''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے''یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔ (تفسیر سعدی:1277/2) **(4)** رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کر دے، تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (الشوریٰ:43) **(5)** ابو مالک، حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر روشنی ہے۔ (مسلم:534) **(6)** سیدنا ابوسعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے، جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا،

جوصبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔''(بخاری:1469)**(7)** سیدنا ابو یحیٰی صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو،(اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے،تو (یہ شکر کرنا بھی)اس کے لئے بہتر ہے(یعنی اس میں اجر ہے)اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے،تو یہ(صبر کرنا بھی)اس کے لئے بہتر ہے(کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)(مسلم:7500)**(8)** نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:الصبر والسماحۃ صبر اور سیر چشمی۔(بخاری:کتاب الادب)**(9)** سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:رات میرے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی۔میں نے اس لڑکے کا نام اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔پھر آپ ﷺ نے وہ لڑکا ام سیف کو دے دیا جو کہ ایک لوہار کی بیوی تھی اور اس لوہار کو ابوسیف کہا جاتا تھا (ایک دن) آپ ﷺ ابوسیف کی طرف چلے اور میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا۔جب ہم ابوسیف کے ہاں پہنچے تو وہ اپنی لوہے کی بھٹی دھونک رہے تھے اور ان کا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا تو میں نے جلدی جلدی رسول اللہ ﷺ سے پہلے جا کر اس سے کہا:اے ابو سیف! ٹھہر جاؤ! رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو وہ ٹھہر گئے۔نبی ﷺ نے بچے کو بلایا اور اسے آپ ﷺ نے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آپ ﷺ نے وہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دم توڑ رہا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: آنکھیں اشک آلود ہیں اور دل غم زدہ ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے کہ جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو۔اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تیری وجہ سے غم زدہ ہیں۔(مسلم:6025)**(10)** سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام،آپ ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹی نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت ہے،آپ ﷺ تشریف لائیں۔آپ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ لے وہ بھی اسی کا ہے اور جو دے وہ بھی اسی کا ہے۔اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔''صاحب زادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دیتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔چنانچہ آپ ﷺ سعد بن عبادہ،معاذ بن جبل،ابی بن کعب،زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ اور آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا جب کہ اس کی جان بے چین اور مضطرب تھی۔(اس کی یہ حالت دیکھ کر) آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ جذبہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے''اور ایک روایت میں ہے جن بندوں کے دلوں میں چاہا اور اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو(دوسروں پر) مہربان ہوتے ہیں۔(بخاری:1284)**(11)** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں، لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر و رضا کا مظاہرہ کرے) اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' (بخاری:6424) **(12)** سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے (یعنی آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔ (بخاری:5653) **(13)** عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں، (ضرور دکھلایئے!) انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے)۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔ اس نے کہا: میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی۔ (بخاری:5652) **(14)** سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور جب بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے گناہ کی سزا سے روکے رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا۔ اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جو اس آزمائش پر راضی ہوا تو اس کے لیے رضا ہے۔ جو اس آزمائش پر ناراض ہوا تو اس کے لیے ناراضگی ہے۔'' (ترمذی:2396) **(15)** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان دار مرد اور عورت اپنے نفس، اولاد اور مال کی آزمائش میں ہمیشہ رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی ملاقات اپنے رب سے ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (ترمذی:2399) **(16)** ابو ابراہیم سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض ان ایام میں، جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا یا انتظار فرمایا یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب ایسا موقع آجائے کہ تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سایے تلے ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: **اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ** اے اللہ! کتاب (قرآن مجید) کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ (مسلم:4427) **(17)** اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرنا بے صبری نہیں ہے۔ ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے

قراری اورغم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔(یوسف:86) سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام نے صبر میں بے مثال اسوہ چھوڑا ہے،انہوں نے ارحم الراحمین سے فریاد کی۔﴿ وَ اَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴾اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(الانبیاء:83)(18) نبی ﷺ کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام الٰہی کی تبلیغ، اہل ایمان کی تعلیم، اہل خسران کے انذار، اہل عالم کی تدبیر، اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کس قدر مصائب ونوائب اور ہموام وغموم کی برداشت فرمائی تھی۔کبھی رسول اللہ ﷺ کے آستانہ فیض پر غلاظت گرائی جاتی جس سے تشتت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو کبھی رسول اللہ ﷺ کی راہ میں گڑھا کھود کر اسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا تھا، گڑھے میں کانٹے بھر دیئے جاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز تہجد کے لیے نکلیں تو زمین سمجھ کر اس پر پاؤں رکھیں اور گڑھے میں جا گریں۔کبھی رسول اللہ ﷺ کو سجدہ میں محو تام دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر پھانسی کا رسہ بنایا جاتا گردن کو افشار سے بھینچا جاتا۔کبھی رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر (بحالت سجود) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اسے کفار کی تفریح وطبع کا سامان سمجھا جاتا،کبھی رسول اللہ ﷺ پر پتھر برسائے جاتے اور قرأت قرآن پاک سے آپ ﷺ کو روکا جاتا۔کئی سال کا زمانہ رسول اللہ ﷺ پر ایسا بھی گزرا ہے جب رسول اللہ ﷺ کو ایک گھاٹی میں محصور رکھا گیا اور دانہ وخورش کا داخلہ بند کیا گیا۔یہ رسول اللہ ﷺ کا ہی حوصلہ تھا۔رسول اللہ ﷺ کا ہی دل تھا کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک نے بھی﴿ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾"اور تمہارا صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔"(سورۃ النحل:127) کے تمغہ سے رسول اللہ ﷺ کو مشرف فرمایا۔(رحمۃ للعالمین)

سوال2:﴿ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِہِمۡ جَمِیۡعًا ﴾ "امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ عَسَی اللّٰہُ ﴾ "امید ہے کہ اللہ تعالیٰ" سیدنا یعقوب عَلَیۡہِ السَّلَام نے اپنے رب سے اس وقت امید باندھی جب کہ حالات ناامیدی کے تھے۔یہی زندگی ربانی زندگی ہے جہاں دل کہیں مصائب پر صبر کر کے عبادت کرتا ہے،کہیں رب کی رضا پر راضی ہو کر عبادت کرتا ہے،کہیں رب سے امید باندھ کر عبادت کرتا ہے۔یہ ساری عبادات ہیں جو غم کے سیاہ بادلوں میں،اداسی کی دلدل میں،کرب کی شدت میں کی جاتی ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عبادات کی سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے؟ یہ عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو خالص کرنے والوں،اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنے معاملات اس کے سپرد کرنے والوں،اس سے محبت کرنے والوں،اس سے خوف رکھنے والوں کو نصیب ہوتی ہیں۔یاارحم الراحمین ہمیں دل کی عبادات نصیب فرما دے۔(آمین)(2)**﴿ اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِہِمۡ جَمِیۡعًا ﴾**"کہ ان سب کو میرے پاس لائے گا" مجھے امید ہے کہ میرا رب میرے تینوں بچھڑے ہوئے بیٹوں کو ملا دے گا یعنی یوسف عَلَیۡہِ السَّلَام، بنیامین اور سب سے بڑے بیٹے کو جو مصر میں رہ گیا تھا۔

سوال3:﴿ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴾ "بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ** ﴾'' بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے'' بے شک میرا رب میرے حالات کو جانتا ہے۔(2) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس کی طرف سے کشادگی اور نوازش کا محتاج اور اس کے احسان کا ضرورت مند ہوں۔(تفسیر سعدی:1277/2)(3)اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے، زمین وآسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات سے واقف ہیں، ان حالات و واقعات سے بھی جو کائنات میں جاری ہیں اور ان حالات سے بھی جو کسی انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات میں انسانوں کے دلوں کی کیفیات کو بھی جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے العلیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔(4)﴿ **الْحَكِيمُ** ﴾'' کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور فیصلوں میں کمال حکمت والا ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں اصل حکمت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس کے سارے کام سارے فیصلے حکیمانہ ہوتے ہیں اور حالات و واقعات اس کی حکمت کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں اور اس کی حکمت کے مطابق لوگوں کے سامنے کھلتے ہیں۔(6)جس نے اپنی حکمت ربانی کے تقاضے کے مطابق ہر چیز کا اندازہ اور اس کا منتہا مقرر کیا ہے۔(تفسیر سعدی:1277)(7)اللہ تعالیٰ کے الحکیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی پر یقین رکھے۔

﴿ **وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ**(84) ﴾

''اور اس نے ان سے منہ موڑا اور کہنے لگا:'' ہائے افسوس یوسف پر!'' اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں، چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔''(84)

سوال1:﴿ **وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ** ﴾'' اور اس نے ان سے منہ موڑا اور کہنے لگا: '' ہائے افسوس یوسف پر!'' اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں، چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ** ﴾'' اور اس نے ان سے منہ موڑا'' بیٹوں سے بنیامین کی خبر سن کر سیدنا یوسف علیہ السلام کا پرانا زخم تازہ ہو گیا۔انہوں نے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔(2)﴿ **وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ** ﴾'' اور کہنے لگا:'' ہائے افسوس یوسف پر!'' انہوں نے سرد آہ بھر کر کہا ہائے یوسف پر افسوس ہے۔(3)یعنی پرانا حزن وغم اور نہ ختم ہونے والا اشتیاق جو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا، ظاہر ہو گیا اور اس نئی اور پہلی مصیبت کی نسبت قدرے ہلکی مصیبت نے پہلی مصیبت کی یاد تازہ کر دی۔(تفسیر سعدی:1277,1278/2)(4)﴿ **وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ** ﴾'' اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں''، غم اور کرب کی وجہ سے ان کی آنکھیں رو رو کر سفید ہو گئی تھیں۔یوسف علیہ السلام کے فراق میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی چلی گئی تھی،کسی سے شکوہ نہیں کرتے تھے، دل میں

صدمے سے گھلے جا رہے تھے۔(5)﴿ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴾''چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا''سیدنا یعقوب علیہ السلام کا دل غم سے بھر چکا تھا، ان کے دل کا پیمانہ غم اور حزن سے لبریز ہو گیا تھا۔(6) آیت کے آخری حصے ﴿ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴾ میں اشارہ ہے کہ ان کا دل غم سے متاثر تھا، لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔(تیسیر الرحمٰن:1694/1)

﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ(85) ﴾

''بیٹوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہو جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے۔''(85)

سوال: ﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴾''بیٹوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہو جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالُوْا ﴾یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے حالات پر تعجب کرتے ہوئے کہا۔(2)﴿ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ ﴾''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے''باپ کی حالت دیکھ کر بیٹے بھی صدمے میں تھے۔انہوں نے اپنے والد کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ یوسف علیہ السلام کی جدائی میں گھل گھل کر ختم ہو جائیں گے۔(3)﴿ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا ﴾''یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہو جائیں''،یعنی آپ حرکت تک نہیں کر سکیں گے اور آپ میں بولنے کی طاقت نہیں رہے گی۔(تفسیر سعدی:1278/2)(4)﴿ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴾''یا ہلاک ہونے والوں میں سے''،یعنی یوسف علیہ السلام کی جدائی کے صدمے میں گھل گھل کر ختم ہو جائیں گے یعنی آپ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنا نہیں چھوڑ سکتے۔

﴿ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(86) ﴾

''یعقوب نے کہا:''میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''(86)

سوال1: ﴿ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾''یعقوب نے کہا:''میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا۔(2)﴿ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ ﴾''میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری''میں اپنے

اضطراب کو کھولتا ہوں یعنی میں اپنی پریشانیوں اور غموں کا شکوہ۔(3)﴿ وَحُزْنِيٓ ﴾''اورغم کا شکوہ'' اور وہ غم جو میرے دل میں رچا بسا ہے جو پوشیدہ ہے۔(4)﴿ إِلَى اللّٰهِ ﴾''صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں'' اللہ تعالیٰ کے سامنے یعنی اس کے پاس کرتا ہوں۔(5) یہ بات سیدنا یعقوب علیہ السلام کے گہرے تعلق باللہ کا پتہ دیتی ہے۔ اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بظاہر مایوس کن حالات ان کی امید کو متاثر نہ کر سکے کیونکہ ان کا رب سے گہرا رابطہ تھا، پیغمبر کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اللہ تعالیٰ کے اختیارات کا کتنا گہرا شعور ہوتا ہے۔

سوال2: ﴿ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾''اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اس علم کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا کہ مجھے گیارہ ستارے، چاند اور سورج سجدہ کر رہے ہیں اس کی تعبیر اب تک پوری نہیں ہوئی تھی وہ جانتے تھے کہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ یوسف موجود ہو اور گیارہ ستارے یعنی سارے بھائی (جن میں بنیامین بھی تھے اور وہ بڑا بھائی بھی تھا جو مصر میں رہ گیا تھا) اور ماں باپ سجدہ کریں گے لہٰذا یوسف کو نہ موت آئی ہے نہ اس کی ملاقات سے پہلے مجھے دنیا سے جانا ہے سب کو ایک دن جمع ہونا ہی ہے۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں الہام ہو گیا ہو یا بذریعہ وحی اطلاع دے دی گئی۔(انوار البیان:117,118/3)(2) یعنی میں اللہ تعالیٰ کے لطف، احسان اور مصیبت پر ثواب کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔(3) اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر اور بھلائی کا جو معاملہ میرے علم میں ہے وہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔(4) یعنی میں جانتا ہوں کہ میرا رب سب کو میرے پاس لوٹا لائے گا۔

﴿ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ(87) ﴾

''اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔''(87)

سوال1: ﴿ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ ﴾''اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1): ﴿ يٰبَنِيَّ ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا اے میرے بیٹو۔(2)﴿ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ ﴾''جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو پوری کوشش کے ساتھ تلاش کرنے کا حکم دیا۔

(3)تحسس بھلائی کے لیے استعمال ہوتا ہے تجسس برائی کے لیے۔سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو بھائیوں کے ڈھونڈنے کی رغبت دلا رہے ہیں۔

سوال2: ﴿ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا''سیدنا یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی ترغیب دلا رہے ہیں۔(2)امید بندے کو اپنے مقصد کے لیے کوشش اور جدوجہد کے لیے آمادہ کرتی ہے اور مایوسی اسے سست اور کاہل بنادیتی ہے اور سب سے بہترین چیز جس کی بندے کو امید رکھنی چاہیے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت و مہربانی۔(تفسیر سعدی:1278/2)(3)اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھنا دل کی عبادت ہے۔یہ امید کا رشتہ مومن کو ٹوٹنے سے، مایوسی کی اتھاہ دلدل سے بچالیتا ہے۔(4) ﴿ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ کافر اللہ تعالیٰ سے ناامید ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کو نہیں جانتا۔(5) کیونکہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہے، اس لئے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنے ایمان کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کی امید رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:1278،1279/2)(6) صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے۔ (الترغیب:احسن التفاسیر)(7)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کما حقہ) علم ہوجائے جو اللہ کے ہاں (نافرمانوں کے لئے) ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا صحیح علم ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔(مسلم:6979)

﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ(88) ﴾

''چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں سو آپ ہمارا ماپ پورا کردیں اور ہم پر صدقہ بھی کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔''(88)

سوال: ﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

﴿ يَجۡزِى الۡمُتَصَدِّقِيۡنَ ﴾ ''چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں سو آپ ہمارا ماپ پورا کر دیں اور ہم پر صدقہ بھی کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَيۡهِ ﴾سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش کے لیے رغبت دلائی تو وہ مصر کے لیے روانہ ہو گئے اور یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔(2)﴿ قَالُوۡا ﴾انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا۔(3)﴿ يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ مَسَّنَا وَاَهۡلَنَا الضُّرُّ ﴾ ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے''انہوں نے عزیز مصر کو توجہ دلائی کہ ہمارے اہل خاندان کو قحط کی وجہ سے سخت مسائل کا سامنا ہے، ہم محتاج ہو گئے ہیں۔(4)﴿ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ ﴾ ''اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں''ہم تھوڑی سی رقم لے کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں، اتنی رقم سے غلہ تو نہیں ملتا مگر آپ سے امید رکھتے ہیں۔(5)﴿ فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَيۡلَ ﴾ ''سو آپ ہمارا ماپ پورا کر دیں''یعنی قلیل مال کے باوجود آپ ہمیں پورا پورا غلہ عنایت فرما دیں۔(6)﴿ وَتَصَدَّقۡ عَلَيۡنَا ﴾ ''اور ہم پر صدقہ بھی کریں''یعنی کہ قیمت میں زیادہ غلہ آپ کی طرف سے ہم پر صدقہ ہوگا۔(7)﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَجۡزِى الۡمُتَصَدِّقِيۡنَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے''اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں بہترین اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَ اَخِيۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ(89) ﴾

''یوسف نے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے جب تم نادان تھے، تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟''(89)

سوال:﴿ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ﴾ ''یوسف نے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے جب تم نادان تھے، تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر جب بوڑھے باپ کا ذکر سنا تو ان کا دل بے قرار ہو گیا اور وہ نرم پڑ گئے، فرمایا۔(2)﴿ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ ﴾ ''کیا تمہیں علم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟''یعنی تمہیں معلوم ہے کہ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جہالت میں کیا کیا تھا؟(3)﴿ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ ﴾ ''جب تم نادان تھے''سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو ان کی حرکت تو یاد دلائی مگر اس خیال سے کہ وہ شرمندہ نہ ہوں خود ہی ان کے لئے معذرت کا پہلو نکال دیا۔ یہ انتہائی مروت کا مقام ہے جس کی توقع ایک نبی سے ہی ہو سکتی ہے۔(روح المعانی، اشرف الحواشی:295/1)(4)اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں یقیناً جہالت کا نتیجہ ہی ہوتی ہیں۔

﴿ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ ٞ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ(90) ﴾

''انہوں نے کہا:''کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا۔''(90)

سوال1: ﴿ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ٞ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ﴾ ''انہوں نے کہا:''کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ قَالُوْٓا ﴾''انہوں نے کہا''برادران یوسف نے انہیں پہچان لیا تو تعجب سے پوچھا۔(2)﴿ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ﴾''کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟''برادران یوسف نے دواڑھائی سال کی آمدورفت کے دوران اپنے بھائی کو نہیں پہچانا تھا اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی اپنا حال چھپائے رکھا۔اس لیے انہوں نے تعجب سے کہا کہ کیا آپ یوسف ہیں؟(3)﴿ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ٞ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ﴾''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے''سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامین ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ہمیں طویل مدت کی جدائی کے بعد ملا دیا۔(4)اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان، تقویٰ اور صبر جیسی عظیم صفات سے نوازا اور ہمیں اقتدار عطا کیا۔

سوال2: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ ﴾''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے''جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، وہ اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی فرماں برداری کرتا ہے اور اس کے عذاب کا خوف رکھ کر اس کی نافرمانی سے بچتا ہے۔(2)جو شخص حرام کاموں سے بچتا ہے۔(3)﴿ وَ يَصْبِرْ ﴾''اور صبر کرتا ہے''یعنی مصائب پر صبر کرتا ہے۔(4)﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾''اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا''اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر، نیک لوگوں کا انعام ضائع نہیں کرتا ہے۔(5)جو واقعتاً اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے، وہ نیک ہے۔(6)تقویٰ اور صبر دونوں احسان کے کام ہیں۔(7)سیدنا یعقوب علیہ السلام نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ سے امید باندھے رکھی، بیٹے کی جدائی پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کیا، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔(8)

سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے ان ہی اعمال کی فضیلت رکھی کہ تقویٰ اور صبر کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔(9) رب العزت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے، وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔(10) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبر کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اسے صبر دے دیتا ہے اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع کسی چیز کی بخشش نہیں کی گئی۔(بخاری مشکوٰۃ)

﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــِٕيْنَ(91) ﴾

''انہوں نے کہا:'' اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے اور بیشک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے۔''(91)

سوال: ﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــِٕيْنَ ۝۹۱ ﴾ ''انہوں نے کہا:'' اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے اور بے شک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالُوْا ﴾ برادران یوسف علیہ السلام نے کہا۔(2) ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ﴾ '' اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے'' اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے۔ آپ محاسن اخلاق کی وجہ سے، اپنی کریم عادات کی وجہ سے قابل ترجیح ٹھہرے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی۔ انہوں نے اپنے قصوروں اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی عظمت کا اقرار کرلیا۔(3) ﴿ وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــِٕيْنَ ۝۹۱ ﴾ '' اور بیشک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے'' ہم نے ہی آپ کو تکلیف پہنچائی، آپ کو اپنے پیاروں سے، اپنے باپ دادا سے دور کیا، یقیناً ہم قصوروار ہیں۔

﴿ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ(92) ﴾

''یوسف نے کہا:'' آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''(92)

سوال1: ﴿ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ ''یوسف نے کہا:'' آج تم پر کوئی ملامت نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ قَالَ ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔(2) ﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ '' آج تم پر کوئی ملامت نہیں'' آج تم پر ملامت نہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ آج کے بعد میں تمہارا قصور تمہیں یاد نہیں دلاؤں گا۔

سوال2: ﴿ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۹۲ ﴾ '' اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ** ﴾'' اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی۔سیدنا یوسف علیہ السلام کے احسان کا کمال ہے۔انہوں نے نرمی اور فراخ دلی کا جونمونہ پیش کیا وہ اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہی کر سکتے ہیں۔(2)﴿ **وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ** ﴾''اوروہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کررحم کرنے والا ہے''سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جانب توجہ مبذول کروائی کہ اسی کی رحمت کی ضرورت ہےاوروہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کررحم کرنے والا ہے۔(3) فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ کا سر جھکا ہوا تھااورآپ ﷺ یہی الفاظ دہرا رہے تھے:﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔جاؤتم سب آزادہو۔(الرحیق المختوم)

﴿ **اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ**(93) ﴾

''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھراس کومیرے باپ کے چہرے پرڈال دو،وہ بینا ہوجائے گااورتم اپنے سب گھر والوں کومیرے پاس لے آؤ۔''(93)

سوال1:﴿ **اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ** ﴾''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھراس کومیرے باپ کے چہرے پرڈال دو،وہ بینا ہوجائے گااورتم اپنے سب گھر والوں کومیرے پاس لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا** ﴾''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھراس کومیرے باپ کے چہرے پرڈال دو،وہ بینا ہوجائے گا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا:میری قمیض لے جاؤاورمیرے والد کے چہرے پرڈال دو۔ان کی بینائی واپس آجائے گی۔(2) کیونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔اس قمیص میں چونکہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا اثر تھا جس کی جدائی نے اپنے باپ کے دل کواس قدرحزن وغم سے لبریز کر دیا تھا۔جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔سیدنا یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ قمیص ان کے باپ کوسونگھائی جائے توان کی روح،ان کانفس اوران کی بصارت لوٹ آئے گی۔اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اوراسرار پنہاں ہیں جن کو بندے نہیں جانتے مگراس معاملے پر یوسف علیہ السلام کومطلع کیا گیا۔(تفسیر سعدی:1281/2)(3) ہرمرض کی اللہ تعالیٰ کے ہاں دوا ہےاورشدت فرح سے بینائی میں قوت پیدا ہوجانا طبی طور پربھی ثابت ہے۔(رازی،اشرف)(4)﴿ **وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ** ﴾''اورتم اپنے سب گھر والوں کومیرے پاس لے آؤ''سیدنا یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ اپنے تمام اہل خانہ کومیرے پاس لے کرآؤ تاکہ حالات بدل جائیں۔

رکوع نمبر:11

﴿ **وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ**(94) ﴾

''اور جب قافلہ جدا ہوا تو ان کے باپ نے کہا: ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔'' (94)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا تو ان کے باپ نے کہا: ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا'' جب برادران یوسف کا قافلہ مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔ (2)﴿قَالَ اَبُوْهُمْ﴾ ''تو ان کے باپ نے کہا'' یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو ان کے پاس تھے فرمایا: (3)﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾ ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو'' اگر میرا مذاق نہ اڑاؤ، میری بات کا یقین کرلو تو مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ (4) یعنی یہ نہ سمجھو کہ بات مجھ سے غیر شعوری طور پر صادر ہوئی ہے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے اس حال میں ان کی طرف سے تعجب کا مظاہرہ ہی دیکھا جو اس قول کا موجب بنا۔ (تفسیر سعدی: 1281/2) (5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو زور کی ہوا چلی اور یہی ہوا یعقوب علیہ السلام کے پاس یوسف علیہ السلام کی خوش خبری لائی اور انہیں یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو محسوس ہونے لگی۔ (عبدالرزاق) (6) اتنے فاصلے سے خوشبو کو محسوس کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ تھا۔ یہ اس حقیقت کا اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو بھی جب تک اللہ تعالیٰ خبر نہ دے وہ بے خبر رہتا ہے۔ چاہے بیٹا قریب کے کسی کنوئیں میں کیوں نہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرمادے تو مصر جیسے دور کے علاقے میں بھی بیٹے کی خوشبو آسکتی ہے۔ (7) شہر مصر سے کنعان تک ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آٹھ دن کی مسافت کا راستہ تھا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی (80) فرسخ یعنی تقریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی دور سے قمیص یوسف علیہ السلام کے ذریعہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کے دماغ تک پہنچادی اور یہ عجائب میں سے ہے کہ جب یوسف علیہ السلام اپنے وطن کنعان ہی کے ایک کنوئیں میں تین روز تک پڑے رہے تو اس وقت یہ خوشبو محسوس نہیں ہوئی، یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ (معارف القرآن: 143/5)

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (95)﴾

''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں۔'' (95)

سوال: ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ﴾ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا۔ (2)﴿تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں'' آپ تو اپنی پرانی غلطی پر ہیں۔ آپ تو یوسف کی محبت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ آپ

کومعلوم ہی نہیں ہوتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔(3)بیٹوں نے باپ سے سخت بات کی ۔ یہ بات کسی بیٹے کے لائق نہیں کہ وہ اپنے باپ سے اتنی توہین آمیز بات کرے ۔

﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (96) ﴾

''سو جب خوش خبری لانے والا آیا اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہوگیا اس نے کہا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔''(96)

سوال1: ﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''سو جب خوش خبری لانے والا آیا اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہوگیا اس نے کہا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ ﴾''سو جب خوش خبری لانے والا آیا''بشیر سے مراد قاصد یہودا تھے، آپ یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں ۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے نبی کے پاس یوسف علیہ السلام کی خون سے لت پت قمیض لائے تھے ۔ آپ ہی گناہ کی تلافی کے لیے بشیر بن کر یوسف علیہ السلام کی قمیض لائے اور باپ کے منہ پر لا کر ڈال دی، قمیض کے پڑتے ہی آپ کی بینائی بحال ہوگئی ۔ (مختصر ابن کثیر:899/1)(2)جب خوش خبری دینے والا ان کے بھائیوں اور والد کی ملاقات کی خوش خبری لے کر آیا ۔(3)﴿ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ﴾''اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہوگیا''جب قمیض یوسف علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی گئی تو وہ پہلے جیسی بصارت کی حالت میں آ گئے ۔

سوال2: ﴿ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾''اس نے کہا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾''اس نے کہا:''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا ۔ جو وہاں ان کی رائے کو جھٹلا رہے تھے اور ان پر اظہار تعجب کر رہے تھے ۔(2)﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہو کر اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تو تمہیں شروع سے یہی کہتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جنہیں تم نہیں جانتے ۔ یہ اس قول کی طرف اشارہ ہے ۔﴿ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾''میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''(یوسف:86) میں تو یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید رکھتا تھا ۔ مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لائے گا اور غم کا یہ دور ختم ہو جائے گا ۔

﴿ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِــِٕيْنَ (97) ﴾

''انہوں نے کہا:''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔''(97)

سوال: ﴿ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِــِٕيْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا:''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالُوْا ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا۔(2)﴿ يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِــِٕيْنَ ﴾ ''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔'' بیٹوں نے باپ کے سامنے اعتراف جرم کیا اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے واقعی بہت بڑی خطا ہوئی ہے۔ ہم نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی وجہ سے ہم خطا کار ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے گناہوں کی معافی مانگیں۔

﴿ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (98) ﴾

''یعقوب نے کہا:''میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(98)

سوال1: ﴿ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''یعقوب نے کہا:''میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قَالَ ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی ندامت محسوس کر کے کہا۔(2)﴿ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ﴾ ''میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا'' دعا قبول ہونے کا وقت آنے دو، میں اپنے رب سے تمہارے گناہوں کے لیے استغفار کروں گا۔(3)﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' وہ خطاؤں کو بے حد بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ جو بھی سچے دل سے توبہ کرتا ہے وہ اس پر رحم فرماتا ہے، اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔(4) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے استغفار کو فضیلت والے مبارک وقت تک کے لیے مؤخر کر دیا تا کہ استغفار قبول ہو جائے۔(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آتے ہوئے ایک شخص سے دعا سنتے ہیں۔ اے اللہ! تو نے مجھے بلایا میں آ گیا تو نے مجھے حکم فرمایا میں نے اس کی تعمیل کی۔ یہ سحر کا وقت ہے اپنے فضل سے مجھے بخش دے۔ آواز پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے آ رہی ہے۔ آپ اس بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے دعائے مغفرت کے لیے سحر ہی کا وعدہ فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ جمعہ کی رات تھی۔(مختصر ابن کثیر:900/1)

﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ(99) ﴾

''پھر جب وہ سب یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے۔''(99)

سوال: ﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴾'' پھر جب وہ سب یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ فَلَمَّا ﴾'' پھر جب'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بلاوے پر ان کے بھائی، والد اور تمام گھر والے مصر جانے کے لیے تیار ہو گئے وہ فلسطین چھوڑ کر مصر کی طرف چل پڑے، ان کا مقصد مصر میں آباد ہونا تھا۔(2) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ آپ کے گھر والے قریب آ گئے ہیں تو آپ ان کے استقبال کے لیے روانہ ہو گئے، امراء، رؤساء، حکام اور شہر کے معززین بھی آپ کے ساتھ تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا شاندار خیر مقدم کیا جائے۔ خود شاہ مصر بھی مجلس استقبالیہ میں شامل تھے۔(3)﴿ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ ﴾'' تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو عزت واحترام سے اپنے پاس بٹھایا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔(4)﴿ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴾ اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: اب آپ لوگ مصر میں امن اور سلامتی سے رہیں۔ اب آپ لوگ قحط کی سختیوں، معاشی بدحالیوں سے محفوظ رہ کر امن اور اطمینان کی زندگی گزارو۔

﴿ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ(100) ﴾

''اور اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے اور یوسف نے کہا: ''اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا۔ یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''
(100)

سوال1: ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ ''اوراس نے اپنے والدین کو اٹھا کرتخت پر بٹھایااورسب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''اوراس نے اپنے والدین کو اٹھا کرتخت پر بٹھایا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کوشاہی تخت پرعزت سے بٹھالیا۔(2) ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ ''اورسب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے''سیدنا یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی ان کی عزت کے سامنے سجدے میں گر گئے ۔(3)وہ گیارہ بھائی تھے جنہوں نے سجدہ کیا۔(4)شریعت ابراہیمی میں تعظیمی سجدہ جائز تھا جوآدم علیہ السلام سے لے کرعیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک جائز رہا پھرشریعت محمدیہ میں حرام کر دیا گیا اورسجدہ رب ہی کے لیےمخصوص ہوگیا ۔حدیث میں ہے کہ معاذ نے شام سے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوسجدہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا''معاذ رضی اللہ عنہ! یہ کیا کررہے ہو؟ کہنے لگے میں نے شام میں دیکھا کہ لوگ اپنے پادریوں کوسجدہ کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوسجدہ کیا جائے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگرمیں کسی کوکسی کے لئے سجدہ کرنے کاحکم دیتا توعورت کوحکم دیتا کہ اپنے شوہرکوسجدہ کرے،کیونکہ شوہر کااس پر بڑا حق ہے۔(مگر یہ بھی حکم نہیں کیونکہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیےمخصوص ہے)بہرحال پہلی شریعتوں میں غیراللہ کوسجدہ جائز تھا،اسی وجہ سے بھا ئیوں نے اور ماں باپ نے یوسف علیہ السلام کوسجدہ کیا۔(مختصرابن کثیر:901/1)

سوال2: شیطان انسان کوکیسے حسد میں مبتلا کر دیتا ہے؟

جواب:(1)شیطان انسان کے دل میں کسی کے بارے میں براخیال ڈالتا ہے۔(2)اگرانسان اس خیال کو جھٹک دےتو شیطان اپنا کام نہیں کر پاتا۔(3)اگرانسان شیطان کے ڈالے ہوئے خیال پرغوروفکر شروع کر دےتو انسان بدگمان ہوجاتا ہے۔(4)بدگمانی جب دل میں جگہ بنالیتی ہےتو انسان کے اندرہی اندراگلاprocessجاری ہوجاتا ہے۔(5)انسان اپنی بدگمانی کےتحت ان کے ہرکام کا جائزہ لینا شروع کر دیتا ہےجن کے بارے میں بدگمانی ہوتی ہےاور ہربارغوروفکر کے نتیجے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات انسان کومل جاتی ہے جوبدگمانی میں اضافہ کرسکےحتیٰ کہ انسان کادل بغض سے بھرجاتا ہے۔(6)جب انسان کادل کینے اوربغض سے بھرجاتا ہےتو وہی شخص جس کے بارے میں ابتداء میں براخیال آیا تھااس سے حسد کرنے لگتا ہے۔(7)انسان جب حسد کی آگ میں جلنے لگتا ہےتو کسی نہ کسی طرح اسےنقصان پہنچانے کی کوشش کرنے لگتا ہےجس سے حسد رکھتا ہے۔(8)انسان کی انتقامی کاروائیاں اس حدکو جاپہنچتی ہیں جہاں انسان محسودکو،اس کے وجودکو برداشت ہی نہیں کرسکتا۔اگرحاسدکوموقع مل جائےتو وہ محسودکوقتل کرنے تک سے گریزنہیں کرتا۔

سوال3: حسد کے کیا مراتب ہیں؟

جواب: حسد کے تین مراتب ہیں:(1)دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرنا،یہ انتہائی خطرناک اورسخت حرام ہے۔(2)کسی کے لیے یہ تمنا کرنا کہ وہ ہمیشہ نعمت سےمحروم رہےیعنی انسان یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کوکسی نعمت سے نہ نوازے بلکہ جوجس پریشانی میں ہے وہ اس

میں مبتلا رہے، یہ بھی حرام ہے۔(3) تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی ان نعمتوں سے نوازدے جن نعمتوں سے اس نے دوسروں کو نوازا ہے۔اس طرح کی تمنا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا آدمی قابل ملامت نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ''منافسۃ'' (رغبت رکھنا) کے قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ '' اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔'' (المطففین:26)

سوال 4: حسد کے کیا اسباب ہیں؟

جواب: حسد کے چند اسباب ہیں جو اس کے معاونین اور طبیعت وفطرت کو غذا اور قوت فراہم کرتے ہیں، جس سے حاسد کا دل، جس سے وہ حسد کرتا ہے اس کے خلاف غیظ وغضب سے بھر کر سیاہ ہو جاتا ہے اور مخالف کے قتل پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔انہی اسباب میں سے چند اہم اسباب کا ذکر کیا جا رہا ہے: (1) دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم وتقدیر پر راضی وقانع نہ ہونا، ایسا شخص ہمیشہ غم وغصے میں رہتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ فلاں کے پاس مال ودولت ہے، میرے پاس کیوں نہیں ہے؟ اور فلاں قابل قدر ومنزلت ہے میں کیوں نہیں ہوں؟ تمام باتیں وہ اسی طرح سوچتا رہتا ہے۔(2) کینہ وبغض اور عداوت رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت مخالف کے پاس دیکھنا قطعی پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کی خواہش اس کے برعکس ہوتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا﴾ اور اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔(آل عمران:120) اور یہ سبب اسے مخالف کو قتل کرنے، اس کی جائیداد ہڑپ کرنے اور تذلیل وتوہین کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔(3) حسد کا ایک سبب خود پسندی ہے، یہ ایک ایسا مہلک مرض ہے جو خود پسند شخص کو حسد بلکہ حق کا انکار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔جیسا کہ فرمان الٰہی: ﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ﴾ کیا بھلا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نصیحت تمہارے پاس تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے۔(الاعراف:63) اسی طرح خود پسند اور مغرور شخص کسی دوسرے کو اپنے سے آگے بڑھتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔(4) ہم پیشہ وہم منصب ہونا بھی حسد کا باعث بن جاتا ہے۔جیسے ایک ہی جماعت اومعاشرہ میں اہل علم کا ایک دوسرے سے حسد کرنا اور ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے حسد کرنا وغیرہ۔یہ آپس میں حسد کرتے ہیں، کسی دوسرے معاشرے اور دوسرے پیشے سے تعلق رکھنے والے سے حسد نہیں کرتے۔

سوال 5: جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حسد ایک خطرناک مرض ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: (1) حاسد کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس نے مومنین سے حسد کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی مشارکت اختیار کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن مومنین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر دیکھنا ناپسند کرتے ہیں اور وہ بھی ان کا شریک کار ٹھہرا ہے۔(2) حاسد یہ بھی جان لے کہ اس کا حسد مخالف کو کوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ حسد کی وجہ سے اس کا تمام تر حزن وملال اور غم وغصہ اور قلق اسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ تمام حاسدین کی خواہش کے مطابق کام کر دے تو مخالفین پر کوئی بھی نعمت باقی نہ رہے۔(3) اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر

مکمل طور پر راضی ہونا اور دنیا کی کسی چیز کے فوت ہونے یا نہ ملنے پر قطعی افسوس نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس کا انجام کار آخر فنا وزوال ایک لازمی امر ہے، ساتھ ہی حاسد اس بات کو بھی ذہن میں رکھے کہ اس کا حسد اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضاوقدر کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ کیا یہ لوگ تیرے ربّ کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی روزی کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔ اور تیرے ربّ کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ (الزخرف:32)

سوال 6: ﴿ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ﴾ ''اور یوسف نے کہا: ''اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَالَ ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے انہیں سجدے میں پڑے دیکھ کر کہا۔ (2) ﴿ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے'' ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بہت پہلے دیکھا تھا۔ (3) یعنی اس سے پہلے جو میں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ ہے اس خواب کی تعبیر۔ (4) ﴿ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ﴾ ''یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے'' میرے رب نے اس خواب کو حقیقت بنا کر دکھایا اور اسے خواب پریشان نہ بنایا۔ (تفسیر سعدی:1283/2)

سوال 7: ﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ﴾ ''اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ ﴾ ''اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات یاد دلائے۔ (2) ﴿ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ ﴾ ''اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا'' انہوں نے اسی ضمن میں قید خانے سے رہائی پانے کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا۔ (3) ﴿ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ ﴾ ''اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا'' اس نے احسان کا ذکر کیا کہ آپ لوگوں کو جنگل اور دیہات سے لا کر بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا۔ (4) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اونٹ اور بکریاں پال رکھی تھیں اس لیے ان کا زیادہ وقت جنگلات میں گزرتا تھا وہ فلسطین کے کسی دیہات میں رہتے تھے۔ (5) یہ یوسف علیہ السلام کی مہربانی اور حسن تخاطب ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے لیے اتمام عفو کی خاطر اپنی حالت قید کا ذکر کیا مگر اندھے کنوئیں میں ان پر جو کچھ گزری اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے قصوروں کا ذکر کیا۔ (تفسیر سعدی:1283/2) (6) ﴿ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

﴿ اِخْوَتِیْ ﴾ ''اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا'' پھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان نے تو ہمیں جدا کر دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے شیطان کو رسوا کر دیا، ہمیں تکلیف دہ جدائی کے بعد ملا دیا سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس انداز سے بات کی کہ گناہ اور جہالت کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔(7) **اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ** اے اللہ! اے غیب اور حاضر کو جاننے والے! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے۔ (ابوداؤد:3392) **(8)** یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھوک اور معاشی بدحالی سے نکال کر یہاں لے آیا اور نہ یہ کہا کہ اس نے تم پر احسان کیا بلکہ یہ کہا کہ اس نے مجھ پر احسان کیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو اپنی جانب لوٹایا یہ ان کی شخصیت کا عظیم پہلو ہے۔

سوال 8: ﴿ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴾ ''یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ﴾ ''یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر سب کو رب کے احسانات یاد دلانے کے بعد اس کی عظمت کا یہ پہلو بھی یاد دلایا کہ وہ ''لطیف'' ہے۔ اپنے بندے پر احسانات کرنے کے لیے وہ تدبیر اختیار کرتا ہے اور ایسے کرم کرتا ہے کہ بندوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ غیب سے اس کے لیے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے ناپسندیدہ امور کے ذریعے بلند ترین مقام تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنوئیں کے ذریعے مصر اور قید خانے کے ذریعے مصر کے اقتدار تک پہنچا دیا۔ بڑا ہی برکت والا ہے وہ جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے۔ (2) ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴾ ''یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں کے رازوں اور ان کے معاملات کے ظاہری و باطنی سب پہلوؤں کو جانتا ہے۔ ﴿ الْحَكِیْمُ ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے، اس کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے۔ وہ ہر اس چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھتا ہے اور تمام امور کو ان کے مقررہ وقت پر وقوع پذیر کرتا ہے۔

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (101) ﴾

''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا۔'' (101)

سوال1: ﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا کیا اور گھر والوں سے طویل جدائی کے بعد ملا دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کیا، اس کا شکر ادا کیا اور اسلام پر ثابت قدمی کی دعا کی۔ (2) ﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا'' اے میرے رب تو نے مجھے بادشاہت میں سے حصہ دیا۔ (3) یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ زمین کے خزانوں کے منتظم اور بادشاہ کے بہت بڑے وزیر تھے۔ (تفسیر سعدی: 1284/2) (4) ﴿ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ﴾ ''اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا'' یعنی مجھے آسمانی کتاب کی تفسیر اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا۔ (تفسیر سعدی: 1284/2) (5) ﴿ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا ﴾ ''اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا'' اے عزت وجلال والے رب! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے جس طرح آپ نے دنیا میں اپنی نعمتوں کی تکمیل کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی مکمل فرما دے۔ (6) ﴿ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ ''تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے'' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کا ولی ہے۔ (7) ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔'' (البقرہ: 257) (8) سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے نہ کہ آہستہ آواز سے فرما رہے تھے آگاہ رہو کہ میرے باپ کی اولاد یعنی فلاں خاندان والے میرے دوست نہیں بلکہ میرا دوست (مددگار) تو اللہ تعالیٰ ہے اور نیک مومن ہیں۔ (صحیح مسلم: 519) (9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا اقرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چل کر جاتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور

میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے مومن بندے کی جان نکالتے ہوئے ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ جسمانی تکلیف کے پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔(صحیح بخاری:6502)(10)سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! مجھے اسلام پر ثابت قدمی عطا فرما اور اسلام پر ہی وفات دینا۔(11)﴿ وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴾" اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا" یعنی مجھے انبیاء اور صالحین کے ساتھ شامل فرما۔ جو تیرے چنے ہوئے نیک بندے ہیں مجھے ان کی رفاقت نصیب فرما۔(12)اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں جلد موت کی تمنا کی، ہوسکتا ہے یہ ان کی شریعت میں جائز ہو جیسا کہ رسول ﷺ نے قرب موت کے وقت اس قسم کے اشتیاق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:" اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔"(ابن کثیر)(اشرف)(13)حدیث میں ہے کہ کوئی مصیبت یا تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ البتہ جب دین میں فتنہ کا خوف ہو تو تمنا کرسکتا ہے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے اسلام لانے کے بعد دعا کی۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ اور سیدہ مریم علیہا السلام نے کہا﴿ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴾ ایک دعا میں ہے: وإذا أردت بقوم فتنة فاقبضني اليک غير مفتون اے اللہ جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہے تو فتنہ سے بچا کر مجھے اٹھا لے۔(مسند احمد، ترمذی)(14)امام بخاری کو جب امیر خراسان سے جھگڑا پیش آیا تو انہیں یہ دعا کرنی پڑی **اللّٰھم توفني اِلیک**" اے اللہ مجھے اپنی طرف بلا لے۔"(مختصر ابن کثیر)

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ يَمْكُرُوْنَ (102) ﴾

" یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔"(102)

سوال: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴾" یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی یہ واقعات جس سے ہم نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔(2)﴿ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴾" جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں" یہ خبریں ہم نے وحی کے ذریعے آپ تک پہنچائی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ وحی نہ کرتے تو یہ خبریں نہ پہنچتیں، تا کہ ایمان لانے والے واقعات سے عبرت حاصل کریں۔(3)﴿ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ ﴾" ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا" اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے تا کہ وحی کا انکار کرنے والے بھی یہ ضرور سوچیں کہ آپ تو برادران یوسف کے ساتھ نہیں تھے جب وہ انہیں کنوئیں میں ڈالنے کی تدبیر کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان حالات سے آگاہ کیا۔ یہ

آپ کی رسالت کی کھلی دلیل ہے۔(4)﴿وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾''اور جب وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے''یعنی جب برادران یوسف باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے تدابیر کررہے تھے اس وقت کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا حتیٰ کے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھی نہیں پتہ چل سکا تھا۔رب العزت نے وحی کے ذریعے اس کی خبر دی ہے۔(5)جیسے سیدنا موسیٰ کے بارے میں فرمایا۔﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔(القصص:44)

﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ(103)﴾

''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔''(103)

سوال: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' آپ لوگوں کے ایمان کی شدید خواہش رکھیں تب بھی اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔(2)لوگوں کی اکثریت دلائل کو تسلیم نہیں کرتی۔وہ آیات پر غور وفکر نہیں کرتے،کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں پر غور وفکر نہیں کرتے اور واقعات کو عبرت پذیری کے لیے نہیں سنتے لہٰذا ایمان سے محروم رہتے ہیں۔(3)﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے،وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔(الانعام:116)(4)﴿بِمُؤْمِنِيْنَ﴾''ہرگز مومن نہیں ہوتے'' کیونکہ ان کے مدارک ومقاصد فاسد ہو چکے ہیں اس لئے خیرخواہوں کی خیرخواہی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ موانع معدوم ہی کیوں نہ ہوں،یعنی اگرچہ یہ خیرخواہ انہیں تعلیم دیتے رہیں انہیں ان امور کی طرف بلاتے رہیں جن میں ان کے لیے بھلائی اور ان سے شر کا دفعیہ ہے،خواہ یہ خیرخواہ اپنی صداقت پر شواہد،آیات اور دلائل ہی کیوں نہ پیش کریں۔(تفسیر سعدی:1286/2)

﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ(104)﴾

''حالانکہ آپ اس پر ان سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔یہ تو جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔''(104)

سوال: ﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾''حالانکہ آپ اس پر ان سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔یہ

تو جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾'' حالانکہ آپ اس پر ان سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے یہ فرمایا کہ آپ ﷺ تو نصیحت کرنے پر، بھلائی کی طرف بلانے پر لوگوں سے اجرت نہیں مانگتے۔ آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دنیا کے لوگوں سے خیر خواہی کا معاملہ کر رہے ہیں۔(2)﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾'' یہ تو جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے'' یہ قرآن تو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ یہ ساری انسانیت کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ اس قرآن کے ذریعے سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ کیا چیز نفع مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے؟ یہ قرآن تو عمل کے لیے ہے تا کہ دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہو۔

رکوع نمبر:12

﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ(105) ﴾

'' آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔''(105)

سوال:﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾'' آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾'' آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں'' زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرنے والی کتنی ہی نشانیاں ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے، بارش، زمین، پہاڑ، دریا، درخت وغیرہ۔(2)﴿ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا ﴾'' جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں'' لوگ دن رات ان پر غور و فکر کیے بغیر گزر جاتے ہیں۔(3) آسمان کی وسعتیں، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، گردش کرنے والے اور ٹھہرے ہوئے تارے، سرسبز و شاداب کھیت، پہاڑوں کے وسیع سلسلے، موجیں مارتے سمندر، بنجر صحرا، قسم قسم کی نباتات، مختلف طرح کے جان دار، طرح طرح کے پھل جن کے رنگ اور ذائقے جدا ہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں۔ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کو پکار رہا ہے۔(4)﴿ وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾'' اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' اور وہ اپنے خالق، اپنے رازق، اپنے مالک سے بے پرواہ ہیں۔

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ(106) ﴾

'' اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں۔''(106)

سوال: ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ ''اوران میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ ﴾ ''اوران میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے'' اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے جو رب ہے، خالق ہے، رازق ہے۔(ایسرالتفاسیر:6891) **(2)** ﴿ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ ''مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں'' یعنی وہ اگرچہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اورتسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے مگر وہ توحید الوہیت میں شرک کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ اب اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ ان پر نزول عذاب کے سوا کوئی بات نہیں رہی اور یہ کہ ان کے پاس اچانک عذاب آجائے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھتے ہوں۔(تفسیر سعدی:1286/2) **(3)** اللہ تعالیٰ پر یقین لانے کی علامت یہ ہے کہ جب لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ نیلا آسمان، یہ سبز زمین اور یہ کالے پہاڑ کس نے پیدا کیے تو اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں مگر پھر بھی اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ **(4)** مشرک بھی حالت احرام میں لبیک کہتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ اے اللہ ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہاں جو شریک ہیں ان کا اور ان چیزوں کا تو ہی مالک ہے۔(مسلم، بخاری) **(5)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔(لقمان:13) **(6)** نیک کام دکھاوے کے لیے کیا جائے تو وہ بھی شرک ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ صَلّٰى يُرَآئِي فَقَدْ اَشْرَكَ مَنْ صَامَ يُرَآئِي فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِي فَقَدْ اَشْرَكَ** جو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتا ہے وہ شرک کرتا ہے، جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھتا ہے، وہ شرک کرتا ہے اور جو دکھاوے کے لیے صدقہ کرتا ہے، وہ شرک کرتا ہے۔(مسند احمد:17270)

﴿ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (107) ﴾

''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں۔''(107)

سوال1: ﴿ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ اَفَاَمِنُوْٓا ﴾ ''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں'' کیا شرک کرنے والے بے خوف ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والے بے خوف ہیں؟ **(2)** ﴿ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ ﴾ ''کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ

لینے والی آفت آجائے'' یعنی ان پر ایسا عذاب آئے جو ان کو گھیر لے اور ان کی جڑ کاٹ دے۔(3) رب العزت نے فرمایا:﴿ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ؀ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ؀ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ؀ ﴾ تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بری تدبیریں کیں بالکل ہی بے خوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان پر عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ سوچتے ہی نہ ہوں۔ یا وہ ان کے چلنے پھرنے میں ہی ان کو پکڑ لے، چنانچہ وہ کسی طرح بھی عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انہیں خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے، پس یقیناً تمہارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(النحل:47-45)(4)﴿ یَوْمَ یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَیَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؀ ﴾ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور ان کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔ (العنکبوت:55)(5)﴿ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ﴾'' یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم ہوگی اور آدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہا ہوگا اور برتن اس کے منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت قائم ہوجائے گی اور کوئی آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور وہ اس سے دور نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔(مسلم:7413)(6)﴿ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾'' اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کریں اور ان اسباب کو ترک کردیں جو ان کے لئے عذاب کا باعث ہیں۔(تفسیر سعدی:1286/2)(7)﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ؀ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ؀ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀ ﴾ تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ان پر دن چڑھے ہمارا عذاب آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(الاعراف:99-97)

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(108) ﴾

'' آپ کہہ دیں: '' یہی میرا راستہ ہے، میں دلیل و برہان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''(108)

سوال1:﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ﴾'' آپ کہہ دیں: '' یہی میرا راستہ ہے، میں دلیل و برہان کی

روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ قُلْ ﴾'' آپ کہہ دیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دو۔(2)﴿ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ ﴾'' یہی میرا راستہ ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔ یہ راستہ اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔(3) یہ راستہ علم کا راستہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کے راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔(ابوداؤد،ابن ماجہ)(4) یہ راستہ دین پر عمل کرنے کا راستہ ہے۔(5) یہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے دین کو ترجیح دینے کا راستہ ہے۔(6) یہ راستہ اخلاص کا راستہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔(البینۃ:5)(7)﴿ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾'' میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں'' میں ساری مخلوقات کو اپنے رب کے پاس پہنچنے کے لیے ترغیب دیتا ہوں۔ میں انہیں ہر اس چیز سے بچاتا ہوں جو انہیں اپنے رب سے دور کردے۔(8) یہ میرا طریقہ ہے، میری سنت ہے، میں ساری دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام دیتا ہوں۔(9) نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجئے کہ ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا میرا طریقہ، میرا مسلک اور میری سنت ہے۔(تیسیر الرحمٰن:702/1)(10)﴿ عَلٰى بَصِيْرَةٍ ﴾'' دلیل و برہان کی روشنی میں'' یعنی یقینی علم کے ساتھ، کسی شک اور شبہ کے بغیر۔ میں اپنے دین کے بارے میں پورے علم اور یقین پر ہوں۔(11)﴿ وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾'' اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے'' میری پیروی کرنے والے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتے ہیں جیسے میں پورے یقین اور بصیرت کے ساتھ بلاتا ہوں۔(12) اسلام کی دعوت دلیل و حجت کی بنیاد پر ہے قرآن کریم نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام اسی منہج پر قائم رہے۔ انہوں نے لوگوں کو دلائل کے ذریعہ قائل کرنے کی کوشش کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے ماننے والے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کی توحید و عبادت کی دعوت دیتے رہیں گے اور دعوت میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ گفتگو مخاطب کی عقل و سمجھ کے مطابق ایسی صاف ستھری ہو کہ وہ آسانی کے ساتھ قرآن و سنت کی دعوت کو سمجھ لے اور داعی الی اللہ کا فرض ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے بھلائی کا حکم دیتا رہے اور برائی سے روکتا رہے۔ اس لیے کہ اس کی خاموشی دنیا میں فساد کو پھیلنے کا موقع دے گی، بھلائی دب جائے گی اور برائی سر اٹھا کر دندناتی پھرے گی۔ ولا حول ولا قوہ الا باللّٰہ۔(تیسر الرحمٰن:702/1)(13) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:'' اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے، جس نے میری بات سنی اور اسے آگے پہنچا دیا، کیونکہ کئی لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور خود فقیہ نہیں ہوتے اور کئی لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ سمجھدار فقیہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، وہ یہ کہ عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص کے

ساتھ ادا کرنا،مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنا اوران کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا، کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے۔(جیسے ایک دیوار ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت ، جو دعوت اسلام ہے، وہ بھی ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے اورانہیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے، اس لیے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اشد ضروری ہے۔)(ابن ماجہ:3056)

سوال2: ﴿ **وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ** ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ **وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ** ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ پاک ہے''اللہ تعالیٰ ان تمام امور سے پاک ہے جواس کے کمال کے منافی ہیں اوراس کے جلال کے لائق نہیں۔(تفسیر سعدی:1287/2)**(2)** ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ‌ ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ۝ ﴾ ساتوں آسمان اورزمین اور جوان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اورکوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار،نہایت بخشنے والا ہے۔(بنی اسرائیل:44)**(3)** ﴿ **وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ** ﴾ ''اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں''میں تو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوں اور دین کو اس کے لیے خالص کرکے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

﴿ **وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى‌ ؕ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ** (109) ﴾

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے،تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟''(109)

سوال1: ﴿ **وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى** ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ **وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا** ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے''اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔مقام رسالت نہ تو فرشتوں کو ملا،نہ جنوں کو،نہ عورتوں کو۔**(2)** رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ‌ ؕ وَجَعَلۡنَا بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ فِتۡنَةً ؕ اَتَصۡبِرُوۡنَ‌ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيۡرًا ۝ ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔اور ہم نے تمہیں

ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (الفرقان:20) **(3)** جب پہلے نبی انسان تھے تو اب محمد ﷺ کی رسالت پر قوم کو اعتراض کیوں ہے؟ **(4)** ﴿ **نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی** ﴾ ''ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے''یعنی انبیاء شہروں کے رہنے والے تھے، صحراؤں کے رہنے والے نہ تھے۔ بدوؤں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا ﴾ دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں۔ (التوبہ:97) **(5)** انبیاء سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والے، کمال درجے کی عقل رکھنے والے تھے۔

سوال 2: ﴿ **اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ** ﴾ ''تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ **اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ** ﴾ ''تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی قوم کے بارے میں فرمایا کہ کیا نبی ﷺ کو نہ ماننے والوں نے دنیا نہیں دیکھی یعنی جب وہ آپ ﷺ کی بات نہیں مانتے تو ذرا دنیا کو گھوم پھر کر ہی دیکھ لیتے۔ **(2)** ﴿ **فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ** ﴾ ''کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟'' یعنی وہ دیکھتے کہ رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کا کس قدر خوفناک انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں کیسے کیسے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ **(3)** دوسروں کے انجام سے سبق حاصل کرنے کے لیے اس وجہ سے کہا کہ اگر تم بھی ان جیسے رویے پر قائم رہے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو جائے گا۔ **(4)** رب العزت نے فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (الحج:46) **(5)** اگر لوگ پچھلی قوموں کی ہلاکت سے آگاہ ہو جاتے تو انہیں یقین آ جاتا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بچا لیتا ہے اور کافروں کو عذاب سے ہلاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بدترین گھر ہوگا۔ (المومن:51,52)

سوال 3: ﴿ **وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ** ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ **وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ** ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا گھر'' یعنی جنت اور اس کی سدا بہار دائمی نعمتیں۔ **(2)** ﴿ **خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا** ﴾ ''ان کے

لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کی امید میں اس کے احکامات کی فرماں برادری کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں۔(3) آخرت کا گھر اس لیے بہتر ہے کہ وہ کبھی فنا ہونے والی نہیں اور دنیا فانی ہے اور آخرت کی نعمتیں کامل ہیں اور دنیا کی نعمتیں ناقص ہیں۔(4)﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾'' کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' یعنی کیا وہ اتنی عقل بھی نہیں رکھتے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ کے فرق کو سمجھ سکیں۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ(110) ﴾

'' حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اُسے بچا لیا گیا اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا۔''(110)

سوال1: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ﴾'' حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچا لیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْــٴَـسَ الرُّسُلُ ﴾'' حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے'' جب انبیاء کو ان کی قوم کے مجرم جھٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے تو نوبت یہاں تک آتی ہے کہ وہ چاروں طرف سے گھر کر مایوس ہو جاتے ہیں۔(2)﴿ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ﴾'' اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا'' اور ان کی پیروی کرنے والے سمجھنے لگے کہ ان سے جو دشمن کی ہلاکت اور فتح و نصرت کے وعدے کیے گئے، ان کے خلاف کیا گیا۔(ایسر التفاسیر:700)(3)﴿ جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ﴾'' تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچا لیا گیا'' تو عین وقت پر اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے۔(4)عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔عروہ نے ان سے آیت'' حتیٰ اذا استیأس الرسل'' کے متعلق پوچھا۔عروہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا تھا(آیت میں) کذبوا(تخفیف کے ساتھ) یا کذبوا(تشدید کے ساتھ) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کذبوا(تشدید کے ساتھ) اس پر میں نے ان سے کہا کہ انبیاء تو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ ان کی قوم انہیں جھٹلا رہی ہے پھر ظنوا سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا اپنی زندگی کی قسم بے شک پیغمبروں کو اس کا یقین تھا۔میں نے کہا کذبوا تخفیف زال کے ساتھ پڑھیں تو کیا قباحت ہے۔انہوں نے کہا معاذ اللہ کہیں پیغمبر اپنے پروردگار کی نسبت ایسا گمان کر سکتے ہیں میں نے کہا اچھا اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے مانا ان کی تصدیق کی جب ان پر ایک مدت دراز تک آفت اور مصیبت آتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی مدد آنے میں دیر ہوئی اور پیغمبر ان کے ایمان

لانے سے ناامید ہو گئے جنہوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اب وہ بھی ہم کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد آن پہنچی۔(بخاری:4695)(5)انبیاء ومرسلین کے یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ ووعید کی تصدیق کے باوجود کبھی کبھی ان کے دل میں مایوسی کا کوئی خیال گزر جاتا ہے اور ان کے علم اور یقین میں ایک قسم کا ضعف سا آ جاتا ہے۔جب معاملہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے تو ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی۔(تفسیر سعدی:1288,1289/2)

سوال2:﴿ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾''اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا''یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو مجرموں سے دور نہیں کیا جاسکتا جو شرک اور نافرمانیاں کرتے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔(3)﴿ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے،ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔(التوبہ:70)

﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(111) ﴾

''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''(111)

سوال1:﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ ﴾''بلاشبہ یقیناً ان کے واقعات میں ہمیشہ سے''یعنی قوموں کے واقعات میں،انبیاء کے حالات میں،ایمان والوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں عقل والوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔یعنی وہ اہل خیر اور اہل شر کے بارے میں عبرت لیتے ہیں۔جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا تو اپنے فعل کے مطابق کرامت یا اہانت کا مستحق ٹھہرے گا۔وہ ان قصوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کی عظیم حکمت کا استنباط کرتے ہیں۔نیز وہ ان قصوں سے اس حقیقت کو اخذ کرتے ہیں کہ اللہ واحد کے سوا عبادت کسی کے لیے مناسب نہیں۔(تفسیر سعدی:1289/2)

سوال2:﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾''یہ ایسی

بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ **مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى** ﴾'' یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو'' یعنی قرآن مجید ایسی کتاب نہیں جسے کوئی گھڑ سکے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ غیب سے آگاہ کرتے ہیں، وہ گھڑی ہوئی کہانیوں پر مشتمل نہیں ہے۔**(2)** قرآن مجید کی یہ شان نہیں کہ اسے کوئی گھڑ سکے۔**(3)**﴿ **وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ** ﴾'' لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے'' قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔**(4)** یہ کتاب پچھلی کتابون کے صحیح کو غلط سے، حلال کو حرام سے اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کرتی ہے، تحریف کو چھانٹ دیتی ہے، منسوخ احکام بیان کرتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:906/1)**(5)**﴿ **وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ** ﴾'' اور ہر چیز کی تفصیل ہے'' قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے جس کی بندوں کو ضرورت ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بے مثال ہونے کی تفصیل ہے۔اس میں دین کے اصول وفروع ہیں، اس میں دلائل ہیں جس سے دلوں کو نور ہدایت ملتا ہے اور عقل والوں کو صحت اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔**(6)**﴿ **وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ** ﴾'' اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں'' ایمان لانے والوں کے لیے یہ کتاب ہدایت ہے جو گمراہی سے نکالتی ہے اور خیر کا سرچشمہ اور رحمت ہے۔**(7)** یعنی اس سبب سے کہ اس قرآن کے ذریعے سے انہیں جو حق کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ حق کو ترجیح دیتے ہیں انہیں ہدایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں جو دنیاوی یا اخروی ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے سے رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1289/2) ہم اپنے عظیم رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سعادت مند لوگوں میں شامل فرمالے۔آمین۔

سوال 3: سیدنا یوسف عَلَيْهِ السَّلَام اور ان کے بھائیوں کے قصے میں جو عبرتیں ہیں ان کو بیان کریں؟

جواب:(1) یہ قصہ سب سے اچھا سب سے واضح اور سب سے صریح قصہ ہے، کیونکہ یہ مختلف انواع کے انتقالات پر مشتمل ہے، مثلاً ایک حال سے دوسرے حال میں، ایک امتحان سے دوسرے امتحان میں، امتحان سے اللہ تعالیٰ کی نوازشات میں، ذلت سے عزت میں، غلامی سے بادشاہی میں، تفرقہ وتشتت سے اجتماع واتحاد میں، حزن وغم سے مسرت وسرور میں، فراغی سے قحط میں، قحط سے شادابی میں، تنگی سے وسعت میں اور انکار سے اقرار میں انتقال۔پس نہایت بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے یہ قصہ نہایت خوب صورت اور واضح اسلوب میں بیان کیا۔**(2)** اس سورہ مبارکہ میں خواب کی تعبیر کی اصل بیان کی گئی ہے کیونکہ علم تعبیر اہم علوم میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ عطا کرتا ہے۔غالب طور پر علم تعبیر نام اور صفات میں مناسبت اور مشابہت پر مبنی ہے، کیونکہ سیدنا یوسف عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج، چاند اور ستارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ روشنی کے تینوں ذرائع آسمان کی زینت اور اس کا حسن وجمال ہیں اور ان ہی پر اس کے فوائد کا دارومدار ہے، اسی طرح انبیاء اور علماء زمین کی

زینت اوراس کاحسن و جمال ہیں۔جیسے اندھیروں میں ستاروں سے راہ نمائی لی جاتی ہے،اسی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں انبیاءاورعلماءراہ دکھاتے ہیں۔نیز سیدنا یوسف کے ماں اور باپ اصل ہیں اوران کے بھائی فرع ہیں پس مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ اصل،روشنی میں بھی اپنی فرع سے سب سے زیادہ بڑا ہواورحجم کے اعتبار سے بھی عظیم ت۔اس لیے سورج سے یوسف کی ماں،چاند سے ان کے باپ،اورستاروں سے ان کے بھائی مراد ہیں اوران میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ الشّمس ایک مونث لفظ ہے لہٰذا اس کی مناسبت ماں سے ہے،القمراور الکواکب مذکر ہیں اس لیےان کی مناسبت باپ اور بھائیوں سے ہے۔نیز اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ بھی ہے کہ سجدہ کرنے والا مسجودلہٗ کے لیے معظم ومحترم اورمسجودلہٗ معظَم ومحترَم ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا یوسف اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے نزدیک نہایت معظم ومحترم ہوں گے اوراس کا لازم یہ ہے کہ وہ علم اور دیگر فضائل کے اعتبار سے صاحب فضیلت اور چنے ہوئے شخص ہوں گے اس لیےان کے والد نے کہا تھا:﴿وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾(یوسف:12/6)اوراسی طرح تیرارب تجھے چن لے گا اور تجھے باتوں کی تعبیر کا علم سکھا دے گا۔اور دونوں نوجوان قیدیوں کے خواب میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے نوجوان نے خواب دیکھا کہ وہ شراب کشید کررہا ہے اور وہ شخص جوشراب کشید کرتا ہو وہ عادتاً دوسروں کا خادم ہوتا ہے شراب دوسروں کے لیے کشید کی جاتی ہے اس لیے یوسف عَلَیْہِ السَّلَامْ نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ اپنے آقا کوشراب پلائے گا اور یہ چیز قید سے اس کی رہائی کو متضمن ہے۔یوسف نے دوسرے نوجوان کے خواب کی تعبیر،جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے اپنے سر پرروٹیاں اٹھارکھی ہیں جنہیں پرندے کھارہے ہیں،یہ کی کہ اس کے سر کی کھال،گوشت اورمغز وغیرہ جنہیں وہ اٹھائے ہوئے ہے،کھول کرایسی جگہ پھینک دیا جائے گا جہاں گوشت خور پرندے اس کے سر کونوچ نوچ کرکھائیں گے۔یوسف عَلَیْہِ السَّلَامْ نے اس کے احوال کو دیکھ کراس کے خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس کوقتل کردیا جائے گا اورقتل کرنے کے بعد صلیب پرلٹکایا جائے گا۔یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب قتل کے بعد اسے صلیب پر چڑھایا گیا ہو۔یوسف عَلَیْہِ السَّلَامْ نے بادشاہ کے خواب،جس میں اس نے گائیں اوراناج کی بالیاں دیکھی تھیں،کی تعبیر شادابی اورقحط سالی سے کی۔اس میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ رعایا کے احوال اوراس کے مصالح کا دارومدار بادشاہ پرہوتا ہے اگر بادشاہ ٹھیک ہے،تو رعایا بھی درست رہے گی۔اگر بادشاہ خراب ہے تو رعایا میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔اسی طرح سال بہ سال حالات کے ساتھ رعایا کے احوال مربوط ہیں،رعایا کی درستی،ان کے معاشی استحکام اورعدم استحکام کا دارومدارسال بہ سال (موسمی) حالات پرہے۔رہی گائیں تو ان کے ذریعے زمین میں ہل چلایا جاتا ہے اوراس کے ذریعے سے آب پاشی کی جاتی ہے اگر شادابی کا سال ہوتو گائیں موٹی تازی ہو جاتی ہیں اوراگر قحط سالی ہوتو گائیں دبلی اور لاغر ہو جاتی ہیں۔اسی طرح شادابی کے سالوں میں اناج کے خوشے سرسبز اور بکثرت ہوتے ہیں جب کہ خشک سالی میں یہ خوشے بہت کم پیدا ہوتے ہیں اورسوکھ جاتے ہیں اور زمین کا بہترین اناج خوشوں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔(3) یہ قصہ نبوت محمدی ﷺ کی صحت پر دلالت کرتا ہے،کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے یہ طویل قصہ بیان کیا درآں حالیکہ آپ نے گزشتہ انبیاء کی کتابیں پڑھی تھیں نہ کسی سے درس لیا تھا۔آپ کی قوم نے

آپ کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔آپ کے شب وروز آپ کی قوم کے سامنے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ آپ امی ہیں،آپ لکھ سکتے ہیں، نہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ قصہ کتب سابقہ میں مذکور قصہ سے مطابقت رکھتا ہے حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائی ان کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے اور سازش کر رہے تھے۔(4) شر کے اسباب سے دور رہنا مناسب ہے اسی طرح ایسے امور کو چھپانا مناسب ہے جن سے ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا﴾ اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے۔(5) کسی کے سامنے خیر خواہی کے طور پر ناپسندیدہ امور کا ذکر کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے: ﴿فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا﴾ وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے۔(6) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت اس کے تمام متعلقین مثلاً اس کے گھر والوں،عزیز و اقارب اور دوست احباب سب کے لیے نعمت ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس نعمت میں سب کو شامل کر لیتا ہے اور ان کو بھی اس کے باعث وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اسے حاصل ہوتی ہے۔جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ﴾ اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور باتوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا۔ جب یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہوا تو آل یعقوب کو بھی عزت و وقار اور ملک میں اقتدار حاصل ہوا اور یوسف علیہ السلام کے سبب سے انہیں بھی مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔(7) سورۂ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عدل و انصاف تمام امور میں مطلوب و مقصود ہے۔ بادشاہ کا اپنی رعیت وغیرہ کے ساتھ ہی انصاف کا معاملہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ محبت اور ترجیح دینے کے معاملے میں والد اور اولاد کے مابین بھی عدل و انصاف مطلوب ہے اگر والد کے انصاف میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے تمام معاملے میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور حالات خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ جب محبت کے معاملے میں یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں پر ترجیح دی تو بھائیوں کی طرف سے خود ان پر، ان کے باپ پر اور ان کے بھائی پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔(8) گناہوں کی نحوست سے بچنا چاہیے کیونکہ ایک گناہ اپنے ساتھ متعدد گناہ لاتا ہے اور بہت سے جرائم کے بعد اس گناہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کے مابین جدائی ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت سے حیلے استعمال کیے۔متعدد بار جھوٹ بولا۔انہوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیض اور خون کے سلسلے میں باپ کے سامنے افسانہ گھڑا۔ان کے اس افسانے اور عشاء کے وقت روتے ہوئے آنے میں نرا جھوٹ تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اس مدت کے دوران اس بارے میں بہت بحث و تمحیص ہوئی ہو بلکہ شاید یہ بحث اس وقت تک ہوتی رہی ہو جب تک کہ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ اکٹھے نہ ہوئے اور جب کبھی بحث ہوتی ہے تو جھوٹی خبریں اور افترا پردازی ضرور ہوتی ہے۔ یہ گناہ کی نحوست اور اس کے آثار ہیں۔(9) بندے کے احوال میں ابتدائی نقص میں عبرت نہیں ہوتی، بلکہ کمال انتہا میں عبرت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں سے ابتدائی طور پر جو صادر ہوا وہ نقص کا سب

سے براسبب اور ملامت کا موجب تھا مگر اس کی انتہا خالص توبہ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کی طرف سے کامل معافی، مغفرت اور رحمت کی دعا پر ہوئی اور جب بندہ اپنے حق کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔اس لیے صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ﴾ اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف۔ یہاں ﴿الْاَسْبَاطِ﴾ سے مراد سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ان کی اولاد ہے۔ نیز ان کی نبوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں ان کو روشن ستاروں کے طور پر دیکھا اور ستاروں میں روشنی اور راہ نمائی ہوتی ہے اور یہ انبیاء کے اوصاف ہیں اور اگر وہ نبی نہیں تھے تو وہ راہ نمائی کرنے والے علماء تھے۔(10) اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم، حلم، مکارم اخلاق اور اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت سے نوازا۔ نیز یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی نوازش اور عنایت ہی تھی کہ انہوں نے اپنے خطا کار بھائیوں کو فوراً معاف کر دیا اور اس معافی کی تکمیل یہ کہہ کر کر دی کہ اب وہ ان کا کوئی مواخذہ کریں گے نہ اس پر انہیں کوئی عار دلائیں گے پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کا اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم نیکی کرنا اور اپنے بھائیوں بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔(11) کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے خفیف تر اور چھوٹی ہوتی ہیں۔ (اگر دو برائیوں میں سے ایک کا ارتکاب ناگزیر ہو تو) اس برائی کا ارتکاب کرنا جس کا ضرر کم تر ہو، اس برائی کے ارتکاب سے اولیٰ وافضل ہے جس کا ضرر بڑا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے قتل اور ان کو کہیں دور زمین میں پھینکنے پر اتفاق ہو گیا، تو ان میں سے ایک نے کہا: ﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دو'' گویا اس کی تجویز سب سے بہتر اور نرم تجویز تھی۔ جس کے سبب سے ان کے بھائیوں سے ایک بہت بڑا گناہ ٹل گیا، اور یہ بڑا گناہ ایک خفیف تر گناہ میں منتقل ہو گیا۔(12) جب کوئی چیز کاروبار میں دست بدست متداول ہو جائے اور وہ مال شمار ہونے لگے اور کاروبار کرنے والے کو اس کے غیر شرعی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی خرید وفروخت کا کاروبار کرنے والے، اس میں خدمت کرنے والے، اس سے مفاد اٹھانے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کے لیے کوئی گناہ نہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں بیع حرام کی صورت میں فروخت کیا، یہ بیع قطعاً جائز نہ تھی۔ پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدنے والا قافلہ انہیں لے کر مصر چلا گیا اور وہاں لے جا کر فروخت کر دیا اور وہ اپنے آقا کے پاس غلام کے طور پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ''آقا'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام اس کے پاس ایک مکرم غلام کے طور پر رہتے رہے۔(13) ان عورتوں سے خلوت سے بچنا چاہیے جن کے ساتھ فتنے کا خوف ہو۔ اسی طرح ایسی محبت سے بھی بچنا چاہیے جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت اور ان کے ساتھ اس کی شدید محبت کے سبب سے ہوا، محبت نے اس عورت کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے لیے ڈورے نہیں ڈالے، پھر ان پر بہتان لگایا اور یوسف علیہ السلام اس بہتان کے سبب سے طویل مدت تک قید میں رہے۔(14) سیدنا یوسف

عَلَیْہِ السَّلَام نے اس عورت کے ساتھ ارادہ کیا پھر اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا۔اس ترک ارادہ نے سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کے اور قریب کر دیا۔کیونکہ اس قسم کا ارادہ نفس امارہ کے اسباب میں شمار ہوتا ہے جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اکثر لوگوں کی یہی فطرت ہے۔پس جب انہوں نے اس ارادے کا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت کے ساتھ تقابل کیا تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت نفس امارہ کے داعیے ،اس کی خواہش پر غالب آ گئی۔گویا آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ ﴾(النازعات:40)جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہا۔اور آپ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ،ان سات قسم کے لوگوں میں سے ہیں جنہیں قیامت کے روز عرش کے سائے میں جگہ ملے گی ،جس روز اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا اور ان سات قسم کے لوگوں میں سے ایک وہ شخص ہوگا جسے حسن و جمال رکھنے والی اور منصب وحیثیت کی حامل کوئی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہے اور وہ جواب میں کہتا ہے"میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔"(صحیح بخاری:660)اور وہ ارادہ جس پر بندہ قابل ملامت ہے،وہ ارادہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو کر عزم بن جائے جس کے ساتھ بسا اوقات فعل مل جاتا ہے۔(15)جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے اور وہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان ،صدق اور اخلاص کی برہان کے ذریعے سے مختلف اقسام کی برائیوں ،بے حیائی اور گناہوں کے اسباب سے مدافعت کرتا ہے ۔یہ مدافعت اس کے ایمان اور اخلاص کی جزا ہے ،چنانچہ فرمایا:﴿ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝۲۴ ﴾(لنصرف)کے یہ معنی لام کے کسرے کے ساتھ ہیں،(جیسا کہ متداول قراءت میں ہے)اور اگر اسے لام کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے لیے چن لینا اور یہ خود اس کے اخلاص کو متضمن ہے،یعنی جب بندہ اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی اور بے حیائی سے پاک کر کے اپنے لیے چن لیتا ہے۔(16)بندہ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ کوئی ایسا مقام دیکھے جہاں فتنہ اور معصیت کے اسباب موجود ہوں تو مقدور بھر وہاں سے نکلنے اور بھاگنے کی کوشش کرے تاکہ وہ گناہ سے بچ سکے،کیونکہ جب سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام پر اس عورت نے ،جس کے گھر میں وہ رہ رہے تھے،ڈورے ڈالنے شروع کیے تو وہ اس جگہ سے فرار ہو کر دروازے کی طرف بھاگے،تاکہ وہ اس عورت کے شر سے بچ جائیں۔(17)اشتباہ کے موقع پر قرائن سے کام لیا جا سکتا ہے،چنانچہ اگر خاوند اور بیوی گھر کے ساز وسامان کی ملکیت کے بارے میں جھگڑ پڑیں اور دونوں کے پاس اپنی ملکیت کا واضح ثبوت نہ ہو تو جو چیز مرد کے حال کے مطابق ہے وہ مرد کی ملکیت ہے اور جو عورت کے حال کے مطابق ہے وہ اس کی مالک ہے ۔اسی طرح اگر بڑھئی اور لوہار کسی اوزار کی ملکیت پر جھگڑ پڑیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ثبوت نہ ہو تو قرائن پر عمل کیا جائے گا۔ملتی جلتی چیزوں اور نشان قدم میں قیافہ پر عمل کرنا بھی اسی باب میں شامل ہے۔سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے گواہ نے قرینے کی گواہی دی تھی۔اس نے قمیص کی پھٹن کو دیکھ کر قرینے کی گواہی دی اور قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر سیدنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی صداقت اور اس عورت کے جھوٹے

ہونے پر استدلال کیا۔اس قاعدے کی صحت پر ایک دلیل یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی کی خرجی میں سے گیہوں ناپنے والے پیالے کے پائے جانے سے استدلال کرتے ہوئے بغیر کسی ثبوت اور اقرار کے اس پر چوری کا حکم لگایا گیا۔پس اگر مال مسروقہ چور کے قبضے میں پایا جائے، خاص طور پر جب کہ وہ چوری کرنے میں مصروف ہو تو اس پر چوری کا حکم لگایا جائے گا اور یہ (عینی) شہادت سے زیادہ بلیغ شہادت ہے اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کی قے کرتا ہے یا کوئی ایسی عورت جس کا شوہر یا آقا نہیں، حاملہ پائی جاتی ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔بنابریں اللہ تعالیٰ نے قرینے کے اس فیصلے کو شاہد سے موسوم کیا ہے ۔﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ﴾(18) سیدنا یوسف علیہ السلام ظاہری اور باطنی حسن و جمال کے حامل تھے ان کا ظاہری حسن و جمال اس عورت کے لیے، جس کے گھر میں سیدنا یوسف علیہ السلام تھے اس امر کا موجب بنا جس کی تفصیل گزری اسی طرح ان کا حسن و جمال ان عورتوں کے لیے بھی، جن کو عزیز مصر کی بیوی نے ان کے ملامت کرنے پر اکٹھا کیا تھا، اس امر کا موجب بنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھیں کہ ﴿ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴾ ''یہ شخص انسان نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔'' رہا ان کا باطنی حسن و جمال تو وہ ان کی عظیم عفت تھی۔ گناہ میں پڑنے کے بہت سے اسباب کے باوجود گناہ سے بچے رہے۔اس کے بعد خود عزیز مصر کی بیوی اور ان عورتوں نے آپ کی عفت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔اس لیے عزیز مصر کی بیوی نے کہا:﴿ وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ﴾ ''میں نے اسے پھسلانے کی بھر پور کوشش کی تھی مگر وہ بچ نکلا۔'' اس کے بعد اس نے کہا:﴿ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ ''اب حق واضح ہو گیا ہے، میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور بے شک وہ سچا ہے۔'' عورتوں نے کہا:﴿ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ﴾ ''حاشا اللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابلے میں قید کو ترجیح دی۔ بندہ مومن کے یہی شایان شان ہے کہ اگر وہ دو امور کے بارے میں کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ایک طرف کسی معصیت کا ارتکاب ہو اور دوسری طرف دنیاوی عقوبت تو وہ گناہ کی بجائے، جو دنیا و آخرت میں سخت عقوبت کا موجب ہے، دنیاوی عقوبت کو ترجیح دے۔ایمان کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ کفر کی طرف لوٹنے کو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا لیا ہے، اسی طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔(20) بندہ مومن کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اسباب گناہ کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ کر اسی کی پناہ میں رہے اور اپنی قوت و اختیار سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:﴿ إِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ﴾ ''اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دور نہ ہٹایا تو میں ان کی چالوں میں آ کر جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔''(21) جس طرح فراخی میں بندے پر اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا التزام واجب ہے، اسی طرح تنگی میں بھی اس پر یہ التزام واجب ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے۔جب وہ قید میں ڈال دیے گئے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر قائم رہے اور ان دونوں جوان قیدیوں کو (جو ان کے ساتھ قید میں ڈالے گئے تھے) توحید کی دعوت دی اور ان کو شرک سے روکا۔یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی ذہانت تھی کہ

جب انہوں نے دیکھا کہ ان نوجوان قیدیوں میں ان کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔۔۔۔کیونکہ وہ دونوں سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ ان کا قول تھا: ﴿ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ اور وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے آئے اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی دیکھا کہ وہ ان کے پاس اپنے خواب کی تعبیر جاننے کا اشتیاق رکھتے ہیں، تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کی دعوت دی تاکہ وہ اپنا مطلوب ومقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔سب سے پہلے آپ نے ان کے سامنے واضح کیا کہ جس نے آپ کو علم وکمال کے اس مقام پر پہنچایا، جسے وہ دیکھ رہے ہیں، وہ ہے ایمان، توحید اور ان لوگوں کی ملت کو چھوڑ دینا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔یہ زبان حال سے ان کو توحید کی دعوت دینا ہے۔پھر آنجناب نے ان کو زبان قال سے توحید کی دعوت دی۔آپ نے ان کے سامنے شرک کی خرابی بیان کی اور اس کی دلیل اور برہان پیش کی اور دلیل و برہان ہی کے ساتھ ان کے سامنے حقیقت توحید کو بیان کیا۔(22) معاملات میں، اہم ترین معاملے سے ابتدا کرنی چاہیے۔جب مفتی سے کوئی سوال کیا جائے اور سائل اس سوال سے زیادہ کسی اور چیز کا ضرورت مند ہو تو مفتی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اسے اس چیز کی تعلیم دے جس کا وہ زیادہ حاجت مند ہے۔یہ معلم کی خیرخواہی، اس کی فطانت اور اس کے حسن تعلیم وارشاد کی علامت ہے۔جب نوجوان قیدیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے ان کو خواب کی تعبیر بتانے سے قبل اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی۔(23) اگر کوئی شخص کسی ناخوشگوار صورتحال اور کسی سختی میں گرفتار ہو جائے تو کسی ایسے شخص سے مدد لینا جو اس صورتحال سے نجات میں مددگار ثابت ہوسکتا ہو، یا اسے اپنے حال سے آگاہ کرے تو یہ مخلوق کے پاس شکوے کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس کا تعلق امور عادیہ سے ہے۔جو عرف عام میں لوگوں کی ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔بنابریں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان نوجوان قیدیوں میں سے جس کے رہا ہونے کی امید تھی، اس سے کہا: ﴿ اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ﴾ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔(24) معلم کے لیے تاکید ہے کہ وہ تعلیم دینے میں کامل اخلاص سے کام لے اور اپنی تعلیم کو کسی سے معاوضہ میں مال وجاہ یا کوئی منفعت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔تعلیم دینے میں خیرخواہی سے کام لے جب تک سائل کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے معلم کو تکلیف پہنچے، تعلیم دینے سے یا اس کی خیرخواہی کرنے سے انکار نہ کرے۔سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان دونوں جوان قیدیوں میں سے جس کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے مگر اسے اپنے آقا کے سامنے سیدنا یوسف کا ذکر کرنا یاد نہ رہا۔جب انہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اسی نوجوان کو بھیجا وہ اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھنے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔سیدنا یوسف علیہ السلام نے محض اس بنا پر کہ اس نے ان کا ذکر اپنے آقا کے پاس نہیں کیا، اس پر ناراضی کا اظہار کیا نہ اس پر زجر وتوبیخ کی، بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اسے ہر لحاظ سے اس کے سوال کا مکمل جواب دیا۔(25) مسئول کو چاہیئے کہ وہ سوال کا جواب دیتے وقت سائل کی ایسے معاملے کی طرف راہ نمائی کرے جو اس کے سوال سے متعلق اور اس کے لئے فائدہ مند

ہو۔اسے وہ راستہ دکھائے جس پر گامزن ہوکر وہ دین و دنیا میں فائدہ اٹھائے۔ یہ اس کی طرف سے کامل خیر خواہی، اس کی فطانت اور اس کا حسن ارشاد ہے۔ کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کو صرف اس کے خواب کی تعبیر بتانے پر اکتفا نہیں کیا تھا، بلکہ آپ نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی راہ نمائی فرمائی کہ وہ شادابی کے سالوں میں بکثرت پیدا ہونے والے اناج اور محاصل کو ذخیرہ کرنے کے لیے کیا انتظامات کریں۔(26) اگر کوئی شخص اپنے ذمے کسی تہمت کو دور کرنے اور اپنی براءت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملامت نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کا یہ فعل قابل ستائش ہے۔ جیسے جناب یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید سے رہا ہونے سے انکار کردیا تھا جب تک کہ ان عورتوں کے احوال کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے آپ کی براءت نہ ہوجائے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔(27) ان آیات کریمہ سے علم یعنی علم شریعت و احکام، علم تعبیر، علم تدبیر اور علم تربیت کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ نیز علم ظاہری شکل وصورت سے افضل ہے خواہ یہ ظاہری شکل وصورت حسن یوسف ہی کو کیوں نہ پہنچ جائے، کیونکہ یوسف علیہ السلام کو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ابتلا و محن اور قید و بند کا سامنا کرنا پڑا اور اپنے علم کے سبب انھیں عزت، سربلندی، زمین میں اقتدار حاصل ہوا۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی علم کے آثار اور اس کے موجبات ہیں۔(28) علم تعبیر، علوم شریعہ میں شمار ہوتا ہے، اس کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہونے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور خواب کی تعبیر فتویٰ میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴾ ''اس بات کا فیصلہ کردیا گیا جس کے بارے میں تم فیصلہ طلب کررہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا قول نقل فرمایا: ﴿ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ ﴾ مجھے میرے خواب کے بارے میں فتویٰ دو۔ نجات پانے والے نوجوان نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرٰتٍ ﴾ ''ہمیں سات گایوں کے بارے میں فتویٰ دو۔'' ان تمام آیات میں تعبیر کے لیے فتویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے علم کے بغیر خواب کی تعبیر نہیں بتانی چاہیے۔(29) اگر انسان اپنی صفت کمال مثلاً علم یا عمل وغیرہ کے بارے میں کسی حقیقی مصلحت کے تحت لوگوں کو آگاہ کرتا ہے، نیز اس سے ریاکاری مقصود نہ ہو اور جھوٹ سے محفوظ ہو۔۔۔تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: ﴿ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾ ''مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردیجیے۔ میں حفاظت کرنے والا ہوں اور ان کے انتظام کا علم بھی رکھتا ہوں۔'' اسی طرح عہدہ قابل مذمت نہیں جب کہ اس عہدے پر متعین شخص مقدور بھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہو اور اسی طرح اس عہدے کی طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جب کہ وہ کسی دوسرے سے زیادہ اس عہدے کا اہل ہو، عہدہ طلب کرنا اس وقت قابل مذمت ہے جب وہ اس عہدے کا اہل نہ ہو اور اس عہدے کی قابلیت رکھنے والا اس جیسا یا اس سے زیادہ قابل کوئی اور شخص موجود ہو۔ یا وہ اس عہدے کے ذریعے سے ان امور کو قائم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اسے عہدہ حاصل کرنے سے روکا جائے گا۔(30) اللہ تبارک و تعالیٰ کا جود و کرم بحر بے کراں کی مانند ہے۔ وہ اپنے بندے کو دنیا و آخرت کی بھلائی سے نوازتا ہے۔ آخرت کی بھلائی کے دو اسباب ہیں: ایمان اور تقویٰ۔۔ آخرت کی بھلائی، دنیاوی ثواب اور دنیاوی اقتدار سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ بندے کو چاہیے

کہ وہ اپنے نفس کے لیے دعا کرتا رہے اور اسے اخروی ثواب کا شوق دلاتا رہے اور وہ نفس کو یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ دنیا داروں کی زیب و زینت اور لذات کو دیکھ کر غم زدہ ہوتا رہے۔ درآں حالیکہ وہ ان کے حصول پر قادر نہ ہو، بلکہ اس کے برعکس وہ اخروی ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ذریعے سے اسے تسلی دیتا رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ سے انہوں نے کام لیا۔'' (31) غلے اور اناج کو جمع اور ذخیرہ کر کے رکھنا، جب کہ اس سے لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کے لیے وسعت مقصود ہو، اور اس سے لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، کوئی حرج نہیں۔ یوسف علیہ السلام نے شادابی اور فراوانی کے ایام میں غلے اور اناج کو جمع کر کے رکھنے کا حکم دیا تا کہ خشک سالی کے ایام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی جا سکے اور اس طرح غلہ جمع کرنا توکل کے منافی نہیں، بلکہ بندہ مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور وہ تمام اسباب کام میں لائے جو اس کے لیے دین و دنیا میں فائدہ مند ہوں۔ (32) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کیا گیا تو انہوں نے حسن انتظام سے کام لیا یہاں تک کہ ان کے ہاں بکثرت اناج جمع ہو گیا اور دوسرے ملکوں سے لوگ غلہ اور خوراک حاصل کرنے کے لیے مصر کا قصد کرنے لگے، کیونکہ انہیں علم تھا کہ مصر میں غلہ بکثرت موجود ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام ہر آنے والے کو بقدر حاجت غلہ دیتے ہیں، وہ غلہ زیادہ دیتے تھے نہ کم، چنانچہ ہر آنے والے کو ایک بار شتر سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے۔ (33) مہمان نوازی مشروع ہے اور یہ انبیاء مرسلین کی سنت ہے مہمان کی عزت وتکریم یوسف علیہ السلام کے اس قول سے مستفاد ہے: ﴿ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اناج پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمانی کرتا ہوں۔'' (34) قرینے کی دلیل موجود ہوتے ہوئے بدظنی ممنوع ہے نہ حرام۔ کیونکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ان کے بیٹوں نے سخت اصرار کیا اور جب انہوں نے جھوٹا بہانہ بنایا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴾ ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام کو مزین کر کے آسان بنا دیا۔'' پھر یعقوب علیہ السلام نے دوسرے بھائی (بنیامین) کے بارے میں فرمایا: ﴿ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ عَلٰۤى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''کیا میں اس کے بارے میں بھی اسی طرح اعتماد کر لوں جس طرح میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتماد کیا تھا'' اور جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور اس کے بھائی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے پھر یہی کہا: ﴿ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴾ حالانکہ دوسری مرتبہ انہوں نے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ان سے ایک ایسا کام سرزد ہوا جس پر ان کے باپ کو یہ کہنا پڑا، جس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں۔ (35) نظر بد کے اثرات کے سدباب یا اس کے اثر انداز ہونے کے بعد اس اثر کو ختم کرنے کے لیے اسباب کو استعمال کرنا ممنوع نہیں، بلکہ جائز ہے، اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر ہی ہے، چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان سے فرمایا: ﴿ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ﴾ ''اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے میں سے شہر میں مت داخل ہونا

بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔''(36)اس سورۂ مقدسہ سے، حقوق کے حصول کے لیے، حیلہ سازی کو جواز مستفاد ہوتا ہے اور خفیہ طریقوں کو استعمال کر کے ایسی معلومات حاصل کرنا، جن کے ذریعے سے ان کے مقاصد تک پہنچنا آسان ہو، ایسے امور میں سے ہے، جس پر بندہ قابل ستائش ہے۔ صرف ایسی حیلہ سازی حرام اور ممنوع ہے جس سے کسی واجب کا اسقاط اور کسی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔ (37)اس شخص کے لیے جو کسی کو کسی ایسے معاملے میں وہم میں ڈالنا چاہتا ہے جس کے بارے میں اسے مطلع کرنا اسے پسند نہ ہو، مناسب ہے کہ وہ ایسی قولی اور فعلی تعاریضات استعمال کرے، جو جھوٹ سے مانع ہوں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا، چنانچہ انہوں نے گیہوں ناپنے والا پیمانہ اپنے بھائی کی خرجی میں ڈالوا دیا۔ پھر اس میں سے نکال دکھایا اور ظاہر کیا کہ وہ چور ہے اور اس میں اس کے بھائیوں کے لیے اس کے چور ہونے کا بس ایک قرینہ تھا۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ﴾ ''اللہ کی پناہ! ہم اس شخص کو چھوڑ کر جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے دوسرے کو کیسے پکڑ سکتے ہیں۔'' نیز سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا: ﴿مَنْ سَرَقَ مَتَاعَنَا﴾ ''جس نے ہمارا سامان چوری کیا'' اور نہ یہ فرمایا: ﴿اِنَّا وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ﴾ ''بیشک ہم نے اپنا سامان ان کے پاس پایا ہے۔'' بلکہ انہوں نے ایک ایسے اسلوب میں بات کی جس کا اطلاق ان کے بھائی کے علاوہ کسی اور پر بھی ہوسکتا تھا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بچا جانا چاہیے، اس میں صرف یہ ایہام ہے کہ وہ چور ہے تاکہ وہ مقصد حاصل ہو سکے جو ان کے پیش نظر تھا اور ان کا بھائی ان کے پاس رہ سکے اور جب صورت حال واضح ہوگئی تو ان کے بھائی سے یہ ایہام بھی زائل ہوگیا۔ (38)انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے علم، تحقیق، مشاہدہ اور قابل اعتماد خبر جس پر اطمینان نفس ہو.... کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق گواہی دے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا: ﴿وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾ ''ہم تو صرف اس کے مطابق گواہی دے سکتے ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں۔''(39)یہ ایک عظیم آزمائش تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے چنے ہوئے بندے، یعقوب علیہ السلام کو آزمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی جن سے ایک گھڑی کے لیے جدا ہونا بھی ان کے بس میں نہ تھا، اتنی سی جدائی بھی انہیں سخت غم زدہ کر دیتی تھی۔ پس طویل عرصے تک وہ ایک دوسرے سے جدا رہے جو تیس سال سے کم نہ تھا اس عرصہ کے دوران حزن و غم یعقوب علیہ السلام کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا: ﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ غم سے گھل رہا تھا۔'' اور معاملہ اس وقت اور بھی زیادہ سخت ہوگیا جب ان کا دوسرا بیٹا، یوسف کا حقیقی بھائی بھی، ان سے جدا ہوگیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کی امید میں اس کے حکم کے مطابق صبر کر رہے تھے انہوں نے اپنے آپ سے صبر کا عہد کر لیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عہد پر پورے اترے۔ ان کا یہ قول صبر کے منافی نہیں ﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہوتا۔ صرف وہ شکوہ صبر کے منافی ہے جو مخلوق کے پاس کیا جائے۔ (40)دکھ کے بعد سکھ اور تنگی کے بعد فراخی ضرور آتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام پر رنج و غم کی مدت بہت طویل ہوگئی۔ شدت غم اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور آل یعقوب کو بدحالی نے لاچار کر دیا۔ تب

اللہ تعالیٰ نے ان پر خوش حالی بھیج دی۔انتہائی سخت حالات میں ان کی ملاقات ہوئی اور یوں اجر کی تکمیل ہوگئی اور انہیں راحت وسرور حاصل ہوا۔اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کوسختی اورنرمی،تنگ دستی اورفراخ دستی کے ذریعے سے آزماتا ہے،تاکہ ان کے صبرو شکر کا امتحان لے اور اس طرح ان کے ایمان،یقین اور عرفان میں اضافہ ہو۔(41)اگر انسان اپنے موجودہ احوال یعنی کسی مرض اور فقر وغیرہ کے بارے میں ناراضی کا اظہار کیے بغیر کسی کو آگاہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔یوسف کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا:﴿ يَآ أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ ﴾''اے عزیز مصر!ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت اور بدحالی نے آگھیرا ہے''اور ان کے اس قول پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے نکیر نہیں فرمائی۔(42)اس پورے قصے میں تقویٰ کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔دنیاوآخرت کی ہر بھلائی تقویٰ اور صبر کے آثار کی وجہ سے ہے۔اہل تقویٰ اور اہل صبر کا انجام بہترین انجام ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴾''اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''(43)جس کسی کو شدید محتاجی اور بدحالی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرے اور اپنی پہلی بدحالی اور محتاجی کو یاد رکھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:﴿ وَقَدْ أَحْسَنَ بِيٓ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ ﴾''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم لوگوں کو صحرا سے یہاں لایا۔''(44)یوسف علیہ السلام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم لطف وکرم تھا کہ اس نے آپ کو ان احوال سے منتقل کرکے سختیوں اور مصائب میں مبتلا کیا،تاکہ اس کے ذریعے سے وہ آپ کو اعلیٰ ترین منازل اور بلندترین درجات پر فائز کرے۔(45)بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا رہے اور ایسے اسباب روبہ عمل لاتا رہے جو ایمان پر ثابت قدمی کے موجب ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اتمام نعمت اور خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا رہے۔جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے عرض کیا:﴿ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴾''اے میرے رب!تو نے مجھے اقتدار عطا کیا اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا،اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیاوآخرت میں تو ہی میرا سرپرست ہے۔اسلام پر مجھے موت دے اور مآل کار مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر۔''اس بابرکت قصے میں یہ چند نکات اور تعبیرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسان فرمایا اور ضروری ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قصے میں غوروفکر کرنے والے پر تعبیرات کے کچھ اور دریچے وا کردے۔ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتے ہیں۔بلاشبہ وہ جودوکرم کا مالک ہے۔